ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جدوجہد جاری رکھیں

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے جو ان دنوں ڈی پی آر کے تحت سنٹرل جیل ہری پور میں نظر بند ہیں گذشتہ روز ایک دوست کے ساتھ ملاقات کے دوران لاہور اور دوسرے شہروں میں پرامن عوامی اجتماعات پر پولیس اور ایف ایس ایف کی وحشیانہ فائرنگ کی شدید مذمت کی ہے اور ایک پیغام میں انتظامیہ پولیس حکام پر زور دیا ہے کہ وہ ایک شخص کی کرسی کے تحفظ کے لیے پوری قوم سے جنگ نہ لڑیں کیونکہ ایک شخص کے لیے پوری قوم کے خلاف محاذ آرائی نہ تو قوم اور ملک سے وفاداری ہے ورنہ اسلام اور انسانی شرافت اس کی اجازت دیتی ہے۔

مفتی صاحب نے کہا سیاسی حالات کسی بھی لمحہ تبدیل ہو سکتے ہیں اس لیے انتظامیہ کو کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے مستقبل کے آئینہ میں جھانک لینا چاہیے اور پوری قوم کے خلاف صف آرائی سے گریز کرنا چاہیے۔ مولانا مفتی محمود نے اپنے پیغام میں قوم کو یقین دلایا ہے کہ نظام شریعت کے نفاذ اور جمہوری اقدار کی بحالی کی مقدس جدوجہد میں قوم کی بے پناہ قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی اور قومی مطالبات کے سلسلہ میں کسی قسم کی سودا بازی نہیں کی جائیگی ہم شہداء کے خون کا سودا نہیں کریں گے اور قومی مطالبات کی منظوری تک تحریک جاری رہیگی آپ نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ پہلے کی طرح نظم و ضبط اور صبر و سکون کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ مفتی صاحب نے حالیہ تحریک کے دوران شہداء کی مغفرت اور زخمیوں کی جلد صحتیابی کے لیے خصوصی دعا فرمائی

22-4-77

فرعونِ مصر

جب پانی میں ڈبکیاں کھا رہا تھا۔

تب اس نے کہا:۔

"میں موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لایا"

لیکن بارگاہِ ایزدی سے آواز آئی:۔

"اب تو ایمان کی بات کرتا ہے حالانکہ تو نافرمانی کر چکا اور تو فسادیوں میں سے تھا۔"

پھر قدرت خداوندی نے اسے سامانِ عبرت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

آج کا فرعون بھی

ناکامی اور رسوائی کے سمندر میں ڈبکیاں لے کر

اسلام کی بات کرتا ہے۔

نظامِ شریعت کے نفاذ کا دعوے کرتا ہے۔

لیکن اسے معلوم نہیں کہ

حالتِ نزع کا ایمان اور توبہ

بارگاہِ خداوندی میں کبھی قبول نہیں ہوتی!

بھٹو صاحب! قوم آپ سے اسلام نہیں استعفیٰ مانگتی ہے۔ اسے استعفیٰ پیش کیجئے

اور نظامِ شریعت کے حقیقی و عملی نفاذ کے لیے راستے سے ہٹ جائیے!

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
جلد نمبر ۳۲ — شمارہ نمبر ۳۸
جاری کردہ
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ
مدیر مسئول
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
زیر سرپرستی
مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ
مدیر
محمد سعید الرحمن علوی
ادارہ تحریر
زاہد الراشدی

قائد عوام!

عوام آپ کو نہیں چاہتے

۷ مارچ کے عوامی فیصلہ کو مکاری و عیاری سے تبدیل کرنے پر پوری قوم سیسہ پلائی دیوار بن کر جعلی حکمرانوں کے مقابلہ میں آ گئی اور اس نے آئین و حدود کے اندر رہ کر اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور کر رہے ہیں۔

اس عرصہ میں انتظامیہ کے عاقبت اندیش اہلکاروں نے شرافت و انسانیت کے تمام تقاضوں کو پامال کر کے جس سفاکی و درندگی کا مظاہرہ کیا وہ ایک مستقل داستان ہے۔ لیکن اللہ کے دین کے غازیوں اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی خاطر مخلصانہ جدوجہد کرنے والے مجاہدوں نے لاٹھی گولی اور آنسو گیس کے بے پناہ استعمال کے باوجود کمال جرأت و استقامت سے اس جبر کا مقابلہ کیا اور ثابت کر دیا کہ عظیم تر مقصد کی خاطر مصروف جہاد لوگوں کے نشہ کو اتارنا کسی کے بس میں نہیں۔

تمام تر کوششیں ناکام ہوئیں تو آخری حربہ کے طور پر خانہ جنگی کا ظالمانہ منصوبہ تیار کیا گیا اور پہلی ہوشیاری و چالاکی سے کراچی، حیدرآباد اور ملتان میں اس پر عمل بھی کیا گیا لیکن ان شہروں کے بہادر عوام نے اس منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ اور جب وہ لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے گھروں سے نکلے تو سرکاری راشن و راتب پر پلنے والی مادر پدر آزاد مخلوق تو دو گیارہ ہو گئی۔ پھر چیئرمین صاحب نے گورنر ہاؤس لاہور کے لان میں اس بچی کھچی مخلوق کو اکٹھا کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کو درشن نہ کرایا سوائے چند ایک کے باقی سب کو "بارش" میں کھڑا کر کے تقریر سنائی۔ تقریر کیا تھی سیاق و سباق واضح تھے، فساد کے لیے بھڑکایا گیا تھا اور روایتی زبان میں ان کو باہر نکلنے کو کہا گیا تھا۔ وہ لوگ گورنر ہاؤس سے نکلے اور جلوس نکالنے کے لیے

[illegible] وہاں پہنچتے پہنچتے پرتشدد ہے [illegible] گروہ
[illegible] لاؤڈ سپیکر کی طرف بڑھے
[illegible] قوم [illegible] بھی [illegible]

پنجاب میں یوم احتجاج منایا گیا ان کمشن کے بے شک دوام لوگوں نے لاہور اور دوسرے مقامات پر [illegible] رہا۔ میکلوڈ روڈ کے ایک سینما اور ایک دوسری بلڈنگ سے عوام پر بے پناہ فائرنگ ہوئی۔ جس سے متعدد افراد زخمی ہوئے اور چند ایک شہید بھی۔

لیکن ان گنہگار آنکھوں نے عوام کی بے خوفی، جرات [illegible] کے بڑھتا ہوا [illegible] علمبرداروں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔

آخر یہ لوگ کیوں محسوس نہیں کرتے کہ عدم تشدد کے لیے جدوجہد کرنے والے اور غنڈوں میں کوئی مقابلہ نہیں۔ غنڈہ اس دنیا میں سب سے زیادہ بزدل ہوتا ہے۔ آپ اسے اسلحہ دے سکتے ہیں اسے مرغن غذائیں کھلا سکتے ہیں۔ اس کے لیے شراب و کباب کا انتظام کر سکتے ہیں لیکن اس میں وہ دم خم پیدا نہیں کر سکتے کہ وہ عاشقوں کا سامنا کرے۔

ان کا خیال ہے کہ گزرے ادوار میں جس [illegible] تیاری کے ساتھ انہیں میدان میں لایا گیا تھا ان کا حشر دیکھ کر عام لوگوں کی آنکھیں کھول دے گا۔

آج صورت حال یہ ہے کہ ملک کا ہر طبقہ سراپا احتجاج ہے۔ درویشان خدا مست کی کثیر تعداد [illegible] ہو چکی ہے۔ علماء کی بھرپور اکثریت دین اسلام کے نفاذ کے لیے سرگرمی سے میدان عمل میں ہے۔ [illegible] کہ آج نہیں ہے تو صرف آئین اسلام کے نفاذ کے [illegible] کی خواہش ہے تو محض اس لیے کہ یہاں قرآن و سنت کا نظام نافذ ہو۔ [illegible] کو آج ایک ہی آرزو ہے کہ [illegible] سے دور ہونے والی روشنی سے ہمارا ملک [illegible]۔ خواتین بھی ان عفت مآب [illegible] میدان میں ہیں تاکہ ان کی عزت محفوظ ہو [illegible] کیوں؟
[illegible]

[illegible] حقوق کا تحفظ [illegible]
جب [illegible] بیانات [illegible] پھر [illegible]
[illegible] جس کا [illegible] دنیا [illegible]
ہے

حیرت ہے کہ پی پی پی کا "نابغہ" [illegible] ختم ہو گیا۔ ایم این اے اور ایم پی اے رخصت ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں۔ شہروں اور محلوں کے کارکن اور چیئرمین داغ جدائی دے رہے ہیں۔ سردار شوکت حیات احتجاجی استعفیٰ کی بات کر رہے ہیں، سفراء استعفے دے چکے ہیں لیکن "قائد عوام" ابھی تک پالیسی [illegible] رہے ہیں۔

قائد عوام کو شاید معلوم نہیں کہ تاریخ کے پہیے کو الٹے رخ چلانا کسی کے بس میں نہیں۔ آپ کے [illegible] دور اقتدار کے [illegible] کارنامے آپ کی [illegible] کا باعث بن رہے ہیں۔ خیریت اسی میں ہے کہ آپ پاکستان قومی اتحاد کے مطالبات تسلیم کر لیں۔ اقتدار چھوڑ دیں، اپنے الیکشن کمشنر کو بھی ساتھ لے جائیں اور اپنی حفاظت کے لیے جن کو آپ نے گزشتہ [illegible] میں اکٹھا کیا انہیں بھی ساتھ لے جائیں۔ یہ قوم اور یہ ملک آپ کو کبھی برداشت نہیں کرے گا۔

[illegible] قومی اتحاد

"خون شہداء کا سودا نہیں کیا جائے گا"

(پیغام جیل)

ہم سلام عقیدت پیش کرتے ہیں شہداء کو، ہم دعا گو ہیں زخمیوں کی صحت کے لیے۔

رہ گئے آپ! تو ہماری خواہش و دعا ہے کہ آپ فوراً رخصت ہوں اور ملک و قوم [illegible] سانس لے اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارا پیدا کرنے والا ہماری اس آواز اور خواہش کو ضرور پورا کرے گا کیونکہ مظلوموں کی ادا اس کو پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ملک اور قوم کو آپ کے شر سے بچائے۔

علی [illegible]

خطبہ جمعہ　　　ضبط و ترتیب : ادارہ

۸ اپریل ۱۹۷۷ء کو جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ادارہ خدام الدین کے رکن اور قومی اتحاد کے صوبائی نائب صدر مولانا زاہد الراشدی نے جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کیا۔ رپورٹ پیش خدمت ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی مخالفت نہ کرنے والوں کو اپنا تسلیم کرنے سے انکار فرمایا ہے

بعد الحمد والصلوٰۃ :- اما بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون ۔

بزرگانِ محترم! برادرانِ اسلام!

قرآن مقدس کی ایک آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ مختصر وقت کے اندر اس آیت کریمہ کی روشنی میں کچھ ضروری باتیں عرض کروں گا۔

اللہ تبارک وتعالےٰ نے دنیا میں جتنی کتابیں نازل فرمائیں۔ اور جتنے نبی اور رسول بھیجے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور کتابوں کی تعلیمات میں اصول اور عقیدے کی بنیاد مشترک ہے اور اصولوں یا عقاید کے معاملہ میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے شریعتوں میں اختلاف احکام و اعمال کی حد تک ہے عقائد و اصول میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ :-

"ہم انبیاء کرام علیہم السلام آپس میں سوتیلے بھائی ہیں۔ ہماری مائیں (یعنی شریعتیں اور احکام) الگ الگ ہیں۔ لیکن ہمارا باپ (عقائد اور اصول) ایک ہے۔" (حدیث)

مثلاً توحید، رسالت اور قیامت کے عقیدہ پر ہماری تمام تر فکری و نظریاتی بنیاد قائم ہے آپ آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات اٹھا کر دیکھئے آپ کو توحید، رسالت یا قیامت کے معاملہ میں عقیدہ تو کجا اس کی تعبیر اور اندازِ بیان میں بھی کسی قسم کا کوئی تفاوت نظر نہیں آئے گا۔

اسی طرح انسانیت کے مسلّمہ اصولوں کو لیجئے تو آپ کو وہ بھی تمام پیغمبروں کے ارشادات مشترک نظر آئیں گے۔

مثلاً یہ بات ایک اصول کے طور پہ مسلّم ہے کہ سچ واجب ہے اور جھوٹ حرام ہے اور اس اصول کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے یکساں طور پہ پیش فرمایا ہے۔ اسی طرح یہ اصول بھی طے شدہ ہے کہ عدل و انصاف واجب ہے اور ظلم و ناانصافی حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہر نبی اور رسول نے اس اصول کی پاسداری کی ہے اور جو آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالےٰ نے اسی اصول کی بابت ارشاد فرمایا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں کچھ کہنے سے پیشتر ایک بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے بعض جرائم کی سنگینی کی طرف اس

انداز سے اشارہ کیا ہے کہ ان جرائم کے ارتکاب سے براہ راست روکنے کی بجائے ان کے اسباب کو اختیار سے بھی منع کیا ہے اور ان جرائم کے مرتکبین کے بارے میں دل میں نرم گوشہ رکھنے کو بھی جرم کے مترادف قرار دیا ہے۔ مثلاً زنا جرم ہے کبیرہ گناہ ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے یہ فرمانے کی بجائے کہ "زنا نہ کرو" یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "زنا کے قریب بھی نہ جاؤ"۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیر محرم مرد اور عورت کے ایک جگہ تنہا اکٹھے ہونے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس سے دل و دماغ میں بدکاری کے خیالات جنم لے سکتے ہیں۔ اسی طرح جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے غیر محرم عورت کی طرف بالارادہ نگاہ اٹھانے کو بھی جرم قرار دیا ہے کیونکہ یہاں سے بات آگے بڑھتی ہے۔ تو گویا جرم سے براہ راست روکنے کی بجائے جرم کے اسباب کا راستہ روکا گیا ہے اور جرائم کے خاتمہ کے لیے اسلامی قانون کا عمل اور طریق یہی ہے کہ اسباب کا خاتمہ کر کے جرم کو جنم لینے سے ہی روک دیا جاتا ہے۔

اسی طرح "ظلم" جرم ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے ظلم کے ارتکاب سے روکنے کی بجائے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "جو لوگ ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے بارے میں دل میں نرم گوشہ بھی نہ رکھو ورنہ آگ تم تک بھی پہنچ جائے گی"۔

گویا اللہ تعالےٰ نے ظلم کا ارتکاب کرنے، ظالم کا ساتھ دینے اور ظلم میں شریک ہونے سے بھی نچلے سٹیج پر "ظالموں کے بارے میں نرم رویہ رکھنے" سے منع فرمایا ہے اور ربِ ذوالجلال کا یہ اندازِ ممانعت اس جرم کی سنگینی کو بخوبی واضح کرتا ہے۔

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و تعلیمات پر نگاہ ڈال کر دیکھئے آپ یہ محسوس کریں گے کہ کفر و شرک کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ ظلم کی مذمت و مخالفت کی ہے اور یہاں بھی آپ کو وہی روح کارفرما نظر آئے گی کہ براہ راست ظالموں کی مذمت کے ساتھ ظلم کے مقابلہ میں خاموش رہنے والوں کو بھی ہدفِ مذمت بنایا گیا ہے اور یہ سبق دیا گیا ہے کہ ظلم اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی مخالفت نہ کرنا بھی خود اس ظلم کے مترادف جرم ہے۔

مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بے وقوف حکمرانوں کی یہ علامات بیان فرمائیں کہ: وہ (۱) میرے نظام کو نہیں اپنائیں گے (۲) میری سنت پر عمل نہیں کریں گے (۳) ظلم کریں گے (۴) جھوٹ بولیں گے (۵) برے لوگوں کو آگے لا کر اچھے لوگوں پر مسلط کر دیں گے (۶) نمازوں کو وقت سے مؤخر کریں گے۔

پھر فرمایا کہ جس نے ان کے ظلم کا ساتھ دیا اور جھوٹ کی تصدیق کی اس کا مجھ سے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور وہ میرے حوض پر نہیں آسکے گا۔ اور جس نے ان کے جھوٹ کو جھوٹ کہا اور ظلم میں ان کا ساتھ نہ دیا وہ میرا ہے میں اس کا ہوں اور میرے حوض پر آئے گا۔ (طبرانی)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے اور ظالم حکمران کی مخالفت نہ کرنے والوں کی اپنی طرف نسبت بھی گوارا نہیں کی انہیں اپنا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور اس کے برعکس ان لوگوں کو اپنا بتایا ہے جو جھوٹے اور ظالم حکمرانوں کا مقابلہ کرتے ہیں ان کے جھوٹ کو جھوٹ کہتے ہیں اور ظلم کی مخالفت کرتے ہیں۔

اس آئینے میں آج ہم اگر اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں تو ہمیں راہ راست بالکل واضح دکھائی دیتی ہے کہ موجودہ حکمرانوں کے ظلم و جبر کا مقابلہ کرنا ہی دراصل اسلامی راستہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی ارشاد فرمایا ہے۔

جہاں تک ظلم و جبر کا تعلق ہے اس کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں جس کا موجودہ حکمرانوں نے ارتکاب نہ کیا ہو۔ جبر، تشدد، لاٹھی، گولی، آنسو گیس، گرفتاریاں، دھاندلی، جھوٹ اور ظلم اس حکمران گروہ کا وطیرہ بن چکا ہے اس لیے اس ظالم حکومت کا مقابلہ کرنا اصل سنتِ نبوی ہے اور اسلام کی تعلیمات کا تقاضہ ہے

قطع نظر اور باتوں کے ذرا اس پہلو بھی سوچیے کہ موجودہ حکومت نے نئی نسل کو جس راستہ پر ڈالنے کی حکمت عملی اختیار کی ہے اور ذرائع ابلاغ کے علاوہ سکولوں اور کالجوں میں جو ماحول پیدا کیا جا رہا ہے اس کے نتیجے پر غور کیجیے کہ آج جن بچوں کی عمر ۱۰-۱۱ سال ہے۔ جب یہ بڑے ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں ملک و قوم کے معاملات کی باگ ڈور آئے گی تو اس نسل میں دین کی بات سمجھنے اور سننے والوں کا تناسب کتنے فی صد ہوگا؟ اور کیا آج دین کے نام پر قربانی دینے اور گناہگار ہونے کے باوجود دین اور دینی روایات و اقدار کی حفاظت کا جو جذبہ موجود ہے نئی نسل میں یہ جذبہ موجودہ حالات کے پیش نظر کیا اسی طرح ہوگا؟

یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں نے گلیوں میں خود اپنے گنہگار کانوں سے چھ سال کی بچیوں کو ایسے ایسے فحش گانے دہراتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی غیرت مند بھائی اپنی بہن کی موجودگی میں ان الفاظ کو ادا نہیں کر سکتا لیکن وہ الفاظ میں نے چھوٹی چھوٹی بچیوں کی زبان سے کھلے بندوں ادا ہوتے سنے ہیں۔ اس لیے اس نقطہ نظر سے بھی کہ ہم نے نئی نسل کو گمراہی سے بچانا ہے اور اس ملک میں دینی روایات و اقدار کے مستقبل کو محفوظ کرنا ہے۔ ہمیں موجودہ حکمران گروہ کی سازشوں کا مقابلہ کرنا ہوگا ورنہ اگر ہماری کمزوری سے اس ملک میں دینی روایات و اقدار کے مستقبل کو کوئی خطرہ لاحق ہوا تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہوگی۔

اور اگر ملکی سالمیت کی حفاظت کے پہلو پر غور کریں تو بھی ہمارے لیے موجودہ حکمرانوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ جو شخص اپنے اقتدار کی خاطر ۱۱ کروڑ مسلمانوں کا ملک تقسیم کرنے کی سازش کر سکتا ہے اس سے ۶ کروڑ کے ملک کے خلاف سازش کی توقع کرنا کون سی بعید بات ہے اور حالات بھی یہی بتا رہے ہیں کہ ایک شخص اپنی کرسی کے تحفظ کے لیے اپنی ہی قوم پر بے تحاشا گولیاں اور لاٹھیاں برسا رہا ہے، خون بہہ رہا ہے، ملک جل رہا ہے، قوم کے بچے شہید ہو رہے ہیں اور اس شخص کو صرف اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کی فکر ہے۔ اس لیے اس وقت قوم جس جدوجہد میں مصروف ہے وہ یقیناً جہاد ہے اور اس جہاد میں حصہ لینا ملک کے ہر شہری کا دینی و ملی فرض ہے۔

آخر میں ایک بات آپ لوگوں سے اور ایک بات حکمرانوں سے کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔

آپ سے تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جدوجہد میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں اور یاد رکھیں کہ اپنے وسائل اور صلاحیتوں کے مطابق جہاد میں حصہ لینا ہمارا فرض ہے۔ نتائج ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں نتائج کا ذمہ دار بھی نہیں ٹھہرایا۔ ہم صرف جدوجہد کے ذمہ دار ہیں اور ہم میں سے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کے وسائل اور صلاحیتیں دی ہیں اس کے جدوجہد کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اگر کوئی شخص مال دے سکتا ہے اور نہیں دیتا تو وہ قوم کا مجرم ہے، کوئی شخص وقت دے سکتا ہے تو وہ قومی جرم کا ارتکاب کرتا ہے، ایک شخص بہتر مشورہ اور رائے دے سکتا ہے مگر خاموش رہتا ہے تو وہ قومی جرم کا مرتکب ہے اور اگر کوئی شخص ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے باز رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور اس سے گریز کرتا ہے تو وہ قومی مجرم ہے۔ غرضیکہ کوئی شخص بھی اگر اس تحریک کو اپنے وسائل اور صلاحیتیں فراہم نہیں کرتا تو وہ قوم اور دین دونوں کا مجرم ہے۔ اس لیے ہم سب کو اپنے اپنے طرز عمل کا جائزہ لے کر اس جہاد میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔

حکمرانوں سے میں وہی بات کہوں گا جو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے غالباً امرتسر جیل کے انگریز سپرنٹنڈنٹ سے ارشاد فرمائی تھی۔ جب انگریز جیل افسر نے شاہ جیؒ کی تلاوت کلام پاک سے متاثر ہو کر کہا کہ شاہ جیؒ! میرے لائق کوئی حکم ہو تو فرمائیے۔ اور شاہ جیؒ نے فرمایا تھا کہ ہاں صرف ایک کام آپ سے کہتا ہوں کہ میرا ملک چھوڑ دیجیے!

آج ہمارے حکمران بھی ہمیں پیشکشیں کر رہے ہیں۔ کبھی بلدیاتی الیکشن کی بات ہوتی ہے، کبھی ایمرجنسی واپس لینے کا کہتے ہیں، کبھی سیاسی قیدیوں کی رہائی کا وعدہ کیا جاتا ہے، کبھی آزادیٔ صحافت کی نوید سنائی

وحشی وخونخوار درندوں کو مزید

کتنا خون درکار ہے؟

پاکستان میں حالیہ انتخابی فراڈ کے بعد قومی اتحاد کے پُرامن احتجاجی مظاہروں کے جواب میں گزشتہ تین ہفتوں میں "ہماری تمہاری کھلی جنگ" کے دوران ملک دشمن عناصر اور بعض شرپسندوں کی طرف سے قومی املاک و انسانیت کو تہ و بالا کرنے کی جو ناپاک اور بہیمانہ روش اختیار کی گئی ہے وہ ہر محب وطن کے لیے افسوسناک صدمہ اور انتہائی قابل مذمت ہے جبکہ قومی اتحاد کے امن پسند قائدین نے اپنے کارکنوں کو کوئی ایسی ہدایت نہیں دی جبکہ ہمیشہ اور ہر لمحہ پُرامن احتجاجی مظاہرہ اور صبر و سکون کی خصوصی تلقین ہوتی رہی ہے۔ البتہ بزعم خود اقتدار پر قابض گروہ کے بعض ارکان اپنے زیر اثر غنڈوں چمچوں کے ذریعہ انتظامیہ کے لیے تشدد کے جواز کی راہ ہموار کر کے ملک گیر تحریک کے لیے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ اکثر اوقات مجمع عام میں پتھر روڑے پھینک کر ماحول کو خود خراب کرتے ہیں۔ پھر انتظامیہ کے مسلح بہادر بلا امتیاز نہتے عوام پر آنسو گیس، لاٹھی چارج اور گولیاں برسا کر اپنی کارکردگی کے نمایاں ریکارڈ قائم کرتے ہیں۔ چند بسوں وغیرہ اور قومی املاک کے نقصانات کی کچھ تفصیلات اخبارات میں آ چکی ہیں لیکن انتظامیہ کے با اختیار حلقوں نے اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ "چند افراد" کی اس عوامی تحریک کو دبانے کے لیے کس قدر اسلحہ (آنسو گیس گولیاں وغیرہ) پولیس اور فوج کی وساطت سے تباہ کرایا جا چکا ہے۔ تشدد کے شکار عوامی شہداء اور مجروحین کے علاوہ امن عامہ کے ذمہ دار محکموں کے کتنے جوان کرسئ اقتدار پر اپنی جانیں نچھاور کر چکے ہیں۔ عوامی تحریک کو کچلنے کے لیے اب تک قومی خزانہ سے کتنا روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے، پُرامن مظاہرین اور نہتے بے تیغ مجاہدین کی زد میں آ کر ہلاک ہونے والے کتنے سرکاری ملازمین کے پسماندگان کو انعامات و عطیات سے نوازا جا چکا ہے۔ چند سیاسی نظر بندوں اور اسیروں کی گرفتاری سے لے کر جیلوں میں منتقلی تک اور سرکاری مہمان خانوں میں ان کی خاطر و مدارات، خوراک، علاج معالجہ کے لیے کتنی رقوم کے بل منظور کئے جا چکے ہیں۔ اسمبلیوں کی حفاظت، انتخابی و ہنگامی سیاسی دوروں کے اخراجات کا کس قدر بوجھ پاکستانی خزانہ پر ڈالا جا چکا ہے۔ تعلیمی اداروں کی مسلسل بندش اور تعلیمی ہرج کے علاوہ محکمہ کے عملہ پر کس قدر اخراجات برداشت کرنا ہوں گے وغیرہ۔

کاش کہ یہ تمام جانی مالی اور تعلیمی نقصان کسی مغرور ضدی آمر کا ذاتی نقصان ہوتا۔ کسی چنگیز کے خاندان کے چند افراد ذلت کے ساتھ خاک و خون میں تڑپائے جاتے، انہیں بھی برسرِ عام ننگا کر کے پٹائی کی جاتی اور پھر جیل کی کوٹھڑیوں میں بند کر دیا جاتا۔ اس ہلاکو خان کی ذاتی گاڑیاں، منقولہ و غیر منقولہ جائداد کا فی الواقعہ نقصان ہوتا تو شاید اس کا نشۂ اقتدار کافور ہو جاتا۔ اور ان صدمات سے کچھ احساسِ زیاں و پشیمانی کا ابھرنا بھی متوقع تھا۔

شومئ قسمت کہ جس کرسئ اقتدار کی قیمت پہلے سے ہی آدھا ملک اور مبینہ طور پر تیس لاکھ انسانوں کی قیمتی قربانی ادا کی جا چکی ہو تو اقتدار کے مزید استحکام کی خاطر بقیہ ملک اور عوام کو داؤ پر لگا دینے سے کون سا ہمالیہ پہاڑ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے گا؟

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

؎ اس کارگہِ دہر میں دولت کے پجاری + مفلس کا لہو پی کے بھی معصوم رہے ہیں

کوئی سیاسی مبصر بتا سکتا ہے کہ وحشی و خونخوار درندوں کی پیاس بجھانے کے لیے کس قدر مزید خون درکار ہے؟

فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم (پینٹر) لاہور

شریعتِ اسلامیہ اور مغربی علوم

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی

آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) جس طرح آخرت کی فلاح و انجام کے ذرائع اور اسباب کو بتلاتی ہیں، اسی طرح دنیاوی زندگی کی فلاح و بہبودی پر بھی پوری روشنی ڈالتی ہیں۔ وہ جس طرح روحانیت و ملکیت کی دشوار گزار گھاٹیوں میں رہنمائی کرتی ہیں۔ اسی طرح مادیت اور بہیمیت کی اصلاح اور درستی کی راہوں میں بھی مشعلِ ہدایت بنتی ہیں۔ وہ جس طرح مخلوق کو خالق اور اس کی رضا و خوشنودی سے دوچار کرتی ہیں۔ اسی طرح مخلوقات کے آپس کے تعلقات کو بھی نہایت استوار اور مہذب بناتی ہیں۔ وہ جس طرح شخصی اور انفرادی اخلاق و اعمال کی درستی کی ذمہ داری کرتی ہیں اسی طرح اجتماعی زندگی اور سیاسی ترقیات کی بھی کفالت کرتی ہیں۔ وہ اگر ایک طرف تدبیرِ منزل اور سیاساتِ مدنیہ کی اصلاحی اسکیم پیش کرتی ہیں تو دوسری طرف اعتقاداتِ حقّہ اور حکمتِ بالغہ کی طرف بھی ہدایت کرتی ہیں۔ انھوں نے اگر اوہام و شکوک اور عقایدِ باطلہ کا قلع و قمع کر دیا ہے تو دوسری طرف گداگری، آرام طلبی، اسراف، ظلم و ستم، کمزوریوں اور ضعفاء کے ستانے (وغیرہ) کو بھی جڑ سے کھود ڈالا ہے۔ غرض یہ ہے کہ عالمِ انسانی کی روحانی اور جسمانی زندگی اور ترقی کی جس قدر ضرورتیں اور حوائج تھیں خواہ اس عالم سے تعلق رکھتی ہوں یا آئندہ پیش آنے والے عالم سے وابستہ ہوں۔

سبھی کے لیے ان میں مکمل ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔ قرآن کو اٹھا کر دیکھیے۔ اگر ایک جگہ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کا حکم ہے تو دوسری جگہ واعدوا لھم ما استطعتم۔ الآیۃ کا ارشاد ہے۔ اگر کہیں یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللّٰہ ذکراً کثیرا فرمایا گیا ہے، تو دوسری جگہ اصلحوا بین اخویکم اور لا تنابزوا بالالقاب وغیرہ آدابِ معاشرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر کہیں حج، روزہ اور زکوٰۃ کے احکام ذکر کیے گیے ہیں تو دوسری جگہ جہانبانی اور حدود و قصاص، تعزیر و نکاح، طلاق و خلع، جنگ و صلح کے قوانین بتلائے گئے ہیں۔ اگر کہیں اعمال و اموال کی اصلاحی تدبیریں، زہد و ریاضت کی عمدہ صورتیں بتائی گئی ہیں تو دوسری جگہ عقائدِ حقّہ اور علومِ صادقہ کی تعلیمات موجود ہیں۔ اگر کہیں اممِ ماضیہ اور اقوامِ عالم کی تاریخ پیش کر کے عبرت دلائی گئی ہے تو دوسری جگہ زمینوں اور اقالیم کی جغرافیائی حالتوں اور ان کی آیات وغیرہ کو نظر و فکر اور غور سے دیکھنے کا ارشاد کیا گیا ہے۔ اگر ایک جگہ فلکیات اور نجوم و کواکب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تو دوسری طرف کائنات الجو اور نفسیات کو پیش کیا گیا ہے۔ اگر ایک جگہ فلسفۂ جمادات، نباتات، حیوانات، عنصریات، طبعیات اور مابعد الطبعیات کو سمجھایا گیا ہے تو دوسری جگہ حکمتِ ابدان و نفوس اور روحانیت، عالمِ ملکوت، مافوق الحیات وغیرہ کو روشن کیا گیا ہے۔

الحاصل مذہبِ اسلام اور اس کے علوم و تعلیمات ایک جامع اور مکمل روشنی ہے جس میں ہر قسم کی اصلاح اور ہر نوع کی ہدایتیں موجود ہیں۔ وہ ان مذاہب کی طرح سے ناقص مذہب نہیں ہے جس میں انسانی نجات

کے ایک پہلو کا تکفل کیا گیا ہے اور دوسرے پہلوؤں سے اغماض اور بے توجہی برتی گئی ہو۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی اور تعلیمات کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر جامع واقع ہوئی ہے۔ اگر ایک طرف آپ اصولِ خلافت وسلطنت جمہوریت اور آدابِ حکمرانی، تدبیرِ مملکت، حل وعقد، صلح وجنگ وغیرہ عمل میں لاتے اور تعلیم فرماتے ہیں تو دوسری طرف سیاستِ منزلی، تہذیبِ اخلاق، آراستگیٔ آداب، خاندانی معاملات گھرانوں کے آپس کے تعلقات کو اعلیٰ پیمانے پر عمل میں لاتے ہوئے لوگوں کو سکھلاتے ہیں۔ اگر کبھی آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام مسند قضا اور کرسیٔ انصاف وفیصلِ خصومات، قطعِ منازعات پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے جج اور چیف جسٹس کے فرائض کو انجام دیتے اور امت کو اس کا درس دیتے ہوئے فیصلہ جات کے دستور العمل کی تعلیم کرتے ہیں تو کبھی قواعدِ تقنین، استخراجِ مسائل، افتاءِ واقعات، استنباطِ احکام عمل میں لاتے ہوئے لوگوں کو لا اور قانون کا ماہر بناتے ہیں۔

اگر کبھی آپ کرسیٔ احتساب وفوجداری پر بیٹھے ہوئے حدود وقصاص، تعزیر وحبس، ضرب وطرد، تادیب وغیرہ مجرموں، قانون وغیرہ کو ہاتھ میں لینے والوں، اہلِ فسق وفجور، اصحابِ بغی وعدوان، اربابِ منکرات قانون شکنی کرنے والوں وغیرہ پر جاری فرماتے ہوئے، طریقِ سیاست، اہلِ بدعات، قواعدِ احتساب ذرائع سدِ منکرات، مداخلِ شہوات وغضب، تعدی وغضب کے روکنے اور تھامنے کے قوانین کی تعلیم فرماتے ہیں تو کبھی خوش الحانی اور عمدہ طریقہ پر قرآن خوانی کرتے ہوئے قلوب وارواح کو زندہ کرتے اور قواعدِ قرأت وتجوید مخارجِ حروف اور صفات اظہار واخفاء وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں، کبھی اوراد وادعیہ، نوافل نماز وروزہ، شب بیداری وتہجد گزاری، ذکر وفکر اعمال روحانی وغیرہ میں مستغرق ہوتے ہوئے انوارِ ربانیہ کو جلوہ افروز اور ملائکہ روحانیہ کو جذب کرتے اور مادی ظلمات اور نفسانی کثافتوں کو دور کرتے ہوئے حاضرینِ بارگاہ کی غفلتوں اور پراگندگی کو دفع کرتے ہیں۔

ان طرق ذکر وفکر وغیرہ کی تعلیم اور ان کا تصفیہ اور تذکیہ کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں تو کبھی اسرار ذات وافعال واحکام الٰہیہ اور بے غایت وبے نہایت علوم وحقائق کو بیان فرماتے ہوئے لوگوں کو علوم وحقائق فلسفہ الٰہیات اور حکم حقیقیہ کی تعلیم کرتے ہیں۔ اگر کبھی آپ ممبر وعظ ونصیحت پر جلوہ فرماتے ہوئے دلوں اور روحوں میں زلزلہ ڈالتے ہیں اور ترغیب وترہیب کے میدان میں اتر کر دوزخ کے عذاب قبر اور حشر ونشر کے دردناک منازل حساب اور میزان وپلصراط کے جاں گداز مصائب ومشکلات، جنت کی اعلیٰ درجہ کی نعمتیں اور اس کے مقاماتِ عالیہ اور ان کے ذر[illegible] کا ذکر کرکے کافروں کی زناروں کو تڑواتے، نافرمانوں اور عاصیوں سے توبہ کرواتے، سخت دلوں کو موم بناتے اور مادی دنیا اور اس کے تعلقات سے زاہد اور متنفر کرتے ہوئے حق شناسی کی تعلیم وتلقین فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی میادین جنگِ احد، بدر، حنین، تبوک وغیرہ میں اتر کر مورچہ بندی، صف آرائی، ترتیبِ افواج، قتل وقتال، فتح وشکست وغیرہ خدمات سپہ سالاری وجرنیلی انجام دیتے ہوئے لوگوں کو مکمل فوجی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر آپ ماہرِ اقتصادیات اور استاد معاشیات بن کر کبھی تجارات، صناعات، کسبِ معیشت، زراعات وغیرہ کی تعلیمات اور ترغیبات دیتے ہوئے اقتصادیات کی تلقین بیکاری اور گداگری کی قباحتیں ذکر اور بیع وشراء، مزارعت ومساقات، سلم واجارہ، رہن وحوالہ، کفالہ، شرکت، وقف، ودیعت وغیرہ ضروری معاملات کے قوانین بنا[illegible] تعلیم دیتے ہیں تو کبھی فرائض رسالت وسفارت انجام دیتے ہوئے اور دعوت فرماتے اور دنیا کی قوموں اور بادشاہوں کو حق پرستی اور حقیقی نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ لوگوں کو حسبِ استعداد نابلیت اطراف طرف بھیجتے ہیں۔ اقوام عالم کے قلوب کو مائل کرنے اور ان کی ارواح کو مسخر کرنے کی عمدہ تدبیریں عمل میں لاتے ہیں۔ اگر کبھی روحانی مرشد کا [illegible] کر ارشاد وتلقین تزکیہ وتجلیہ عمل میں لاتے ہوئے اپنی روحانی طاقت اور توجہ قلبی سے لوگوں کے دلوں اور روحوں سے نفسانی کدورتوں اور مادی آلائشوں کو دور کرتے اور اس کی تعلیم دیتے ہیں اور کبھی جسمانی امراض او

ابتدائی اقسام کے معالجہ کرنے والے خواص عقاقیر وادویہ اور امراض کی تشخیص کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے نظر آتے ہیں۔

الغرض حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی اور آپ کی تعلیمات پر اگر غور سے نظر ڈالی جائے تو اس قدر جامع اور کامل نظر آئے گی کہ جس کی نظیر کسی رہبر اور کسی ہادی میں ملنی دشوار بلکہ محال ہے۔

آپ کی صداقت اور کمالات کے متعلق جو کچھ غیر مسلموں نے لکھا ہے اور جو کچھ آپ کی سچی اور بے لوث مکمل تعلیمات پر مخالفین نے رائے زنی کی ہے۔ اگر ہم جمع کریں تو ایک طویل دفتر ہو جائے مگر بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم طامس کارلائل کا وہ مقولہ نقل کرتے ہیں جو اس نے اپنی تصنیف "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" میں لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے "صاف شفاف قلب اور پاکیزہ روح رکھنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیوی ہوا و ہوس سے بالکل بے لوث تھے۔ ان کے خیالات نہایت متبرک اور ان کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔ وہ ایک سرگرم اور پرجوش ریفارمر تھے جن کو خدا نے گمراہوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا تھا۔ ایسے شخص کا کلام خود خدائی آواز ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان تھک کوشش کے ساتھ حقانیت کی اشاعت کی اور زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے مقدس مشن کی تبلیغ جاری رکھی۔ دنیا کے ہر حصے میں ان کے متبعین بکثرت موجود ہیں اور اس میں شک نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کامیاب ہوئی"۔ (عصر جدید ۱۸ اگست ۱۹۲۹ء) اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے صحابہ کرام اور تلامیذ عظام نے کامل ہادی اور مکمل ریفارمر بن کر آپ کے بعد ہی تقریباً تمام دنیا میں عدل وحقانیت۔ خدا ترسی و عدالت۔ اخلاص وللّٰہیت۔ سچی مساوات اور کامل سیاست۔ کامل ہمدردی اور اخوت انصاف اور محبت پھیلادی۔ بچوں کا قتل کرنا مٹایا۔ ناروا غلامی کو دور کر دیا۔ ملکی حقوق میں برابری دے دی۔ اپنوں اور غیروں۔ مسلم اور غیر مسلم ایشیائی اور افریقی، عرب اور عجم وغیرہ میں یکساں انصاف کیا۔ بھاری محصولات سلطنت کو گھٹا کر عشر (دسواں) اور نصف العشر (بیسواں) اور ربع العشر (چالیسواں) حصہ کر دیا۔ تجارت کو تمام بے جا محصولات اور مزاحمتوں سے آزاد کر دیا۔ اسلام کے متعقدین کو مذہبی سرگرمیوں کے لیے جبریہ ٹیکس دینے سے بری کر دیا۔ مغلوب مذاہب پر غالب کے لیے مذہبی چھاپوں کی رسم کو مٹا دیا۔ انھوں نے ان مفتوح اقوام کو بھی ہر قسم کے حقوق اپنوں کی طرح عطا کیے جو کہ اپنے ہی مذاہب کے پابند تھے۔ ان کے جان و مال، عزت و آبرو کی اسی طرح حفاظت کی جس طرح مسلم اقوام کی کی جاتی تھی۔ ان کو ہر قسم کی پناہ دی۔ انھوں نے مال کی حفاظت کے لیے سود لینے کو اور بغیر حکم عدالت خون کا بدلہ لینے کو موقوف کر دیا۔ صفائی اور پرہیزگاری کا تحفظ کیا۔ حرام کاری کو موقوف کر دیا۔ غریبوں کو خیرات دینے اور بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر رحمت و شفقت کی ہدایت کی۔ حیا و شرم پھیلایا۔ فواحش اور منکرات کو مٹایا۔ اوہام باطلہ اور من گھڑت اور مادی آلھہ کی حکومت کو اقوام عالم سے نیست و نابود کر دیا اور ان کی نفرت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی۔

ان تھوڑے ہی دنوں کی تعلیم و تربیت سے اگر ایک طرف خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن الجراح، سعد بن وقاص، عمرو بن عاص، سلمان فارسی وغیرہم جیسے فاتحین عالم اور سپہ سالار پیدا ہو گئے جنھوں نے قوی سے قوی اور مضبوط سلطنتوں کے تختے الٹ دیے تو دوسری طرف ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، معاویہ بن ابی سفیان جیسے سیاسی جہاں بان بنا دیے گئے۔ اگر ایک طرف ابوذر غفاری۔ عبداللہ بن عمرو عاص جیسے زاہد و عابد تارک الدنیا بن گئے تو دوسری طرف حکیم بن حزام، عبدالرحمن بن عوف وغیرہ جیسے اعلیٰ درجے کے تاجر تیار ہو گئے۔ اگر ایک طرف حضرت علی بن ابی طالب، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس جیسے قاضی اور جج تیار ہوئے تو دوسری طرف ابوہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود جیسے پروفیسران علوم موجود ہو گئے (اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کی تفصیلی فہرست پیش کرتا۔)

یہی تعلیمی جامعیت اور مذہب کی ہر قسم اور ہر شعبہ پر شان استوا تھی۔ جس کے ہر قانون اور ہر قاعدہ میں مشفقانہ اصلاح اور ہر بیانہ ہمدردی بھری ہوئی تھی۔ اس نے مسلمانوں کو باوجود ہر قسم کی بے سر و سامانی کے اقوام عالم پر حاکم بنا دیا۔ بڑی سے بڑی قومیں ان کے سامنے سربسجود ہو گئیں۔ مذہب

اسلام عالمِ انسانی کے دلوں میں جاگزین ہو گیا۔ قومیں فوجاً فوجاً اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئیں، نہ صرف مفتوح قومیں بلکہ اجنبی ممالک اور فاتح اسلام قومیں بھی اسلام میں داخل ہو گئیں جس کی بنا پر نہایت ہی تھوڑے سے عرصے میں بحرِ اٹلانٹک کے مشرقی ساحل سے لے کر بحرِ پاسفک کے مغربی ساحلوں اور اس کے جزائر تک اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور باوجودیکہ بانیٔ اسلام کی جدائی کے وقت مسلمانوں کی مردم شماری چار لاکھ سے زائد نظر نہیں آتی۔ مگر آج بقول نیویارک ٹائمز اسلام کے ماننے والے ستر کروڑ پائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں نے اسی تعلیم قرآن وحدیث کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ فنون بنائے علم عقائد وتوحید میں بہت سی کتابیں مختصر اور مطول لکھی گئیں جن میں انھیں علوم سابقہ اور حقائق یقینیہ پر روشنی ڈالی گئی۔ جو کہ الٰہیات اور رسالت، مبدا اور معاد وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مشکوک اور شبہات باطلہ اور اوہام وخیالاتِ فاسدہ کو جن میں دوسرے مذاہب مبتلا تھے۔ ان کا قلع قمع کیا گیا۔ فلسفۂ یونان وغیرہ کے ترجمے ہونے کے بعد جو امور باعثِ تشکیک ہوتے تھے یا ہو سکتے تھے ان کے ازالہ کے لیے طویل بحثیں پیش آئیں۔ اور علمِ کلام مدون ہوا۔ ان میں دہریہ، ملاحدہ، یہود، نصاریٰ بت پرستوں وغیرہ کے شبہات وغیرہ پر پوری روشنی ڈالی گئی۔ علم فقہ میں تمام اسلامی قوانین کو منضبط کیا گیا۔ جو کہ طہارت وعبادات، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ ان میں تدبیر منزل کے تمام قوانین خواہ نکاح وطلاق وعدت، رجعت، خلع، وایلاء وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں یا معاشرت اور امور خانہ داری، انصاف بین الازواج والاقرباء والخدمہ سے وابستہ ہوں، سب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز غیر مسلم رعایا اور اعدائے اسلام مخالفین خلافتِ اسلامیہ، نافرمانانِ قوانین وغیرہ کے متعلق احکام و تعزیرات صلح وجنگ، جزیہ اور ٹیکس وغیرہ کے اصول وقوانین بتائے گئے ہیں۔

دنیاوی زندگی کے تمام معاملات، کمپنیوں اور شرکتوں کے قواعد، تجارت اور صناعات کے احکام، مفصل خصومات، شہادات اور ایمان کے تمسکوں اقرار ناموں، فارموں اور اسٹامپ، وصیت ناموں، وکالت ناموں وغیرہ کے ضوابط اور صور درج کیے گئے ہیں۔ فتاویٰ اور شروح جن پر تمام اسلامی حکومتوں کا ہمیشہ عمل درآمد رہا ہے۔ انھیں قوانین سے پر ہیں۔

علم تصوف میں اخلاقیات پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ زہد وریاضت تقویٰ اور پرہیزگاری، خدا ترسی اور خلقت پروری، روحانیت اور محاسن اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اصولِ فقہ، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، تفسیر اور ان کے آلات وذرائع۔ نحو، صرف، معانی، بیان، ادب، لغت، قرأۃ، تجوید، فرائض، حساب، ریاضی، جغرافیہ، تاریخ، ہیئۃ، فلسفہ، منطق جبر ومقابلہ، مساحت، اصطرلاب، ربع مجیب وغیرہ ہر قسم کے فنون میں جن کو مدارسِ اسلامیہ کے پروگرام میں ہمیشہ سے کم وبیش حصہ دیا گیا ہے۔ ان علوم وفنون میں سب سے زیادہ خدا ترسی اور تعلق الٰہی اور رضا جوئی خداوندی کو اہمیت دی گئی ہے۔ مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اخلاقِ فاضلہ، خیر اندیشی، فیض رسانی، پاک دامنی، حیا، تحمل، صبر، کفایت شعاری، سچائی، راست بازی، عالی ہمتی، صلح پسندی، سچی محبت وہمدردی، توکل بخدا، رضا بالقضا، انقیاد امر الٰہی، رعایا پروری، رواداری، ایثار وقربانی وغیرہ کو بہت زیادہ سراہا گیا ہے۔ ناانصافی، کذب، غرور، انتقام، غیبت، استہزاء، طمع، فضول گوئی، فضول خرچی، خود غرضی، عیاشی، خیانت، بدعہدی، بدگمانی، قطع رحمی، نفاق وغیرہ برے افعال واعمال کو بہت زیادہ قابلِ ملامت ونفرین قرار دیا گیا ہے اور ان کو نہایت ہی قبیح بلکہ بے دینی بتایا گیا ہے۔ ان میں سچائی کے ساتھ، مخلوقِ خدا کے ساتھ احسان وکرم، نفع رسانی اور خیر خواہی کی تاکید کی گئی ہے، ابتداء ہی سے تعلیمات اسلامیہ میں ایسی ایسی درسیات داخل کی گئیں ہیں جن سے بچپن ہی سے اس قسم کے جذبات پیدا ہو جائیں، بے حیائی اور خود غرضی فواحش اور دست درازی، گناہوں وغیرہ سے نفرت دل میں جاگزین ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تعلیمات میں کریما، مامقیما، پند نامۂ عطار، گلستان، بوستان وغیرہ جیسی کتب داخل کی گئیں۔ جن سے روحانیت اور روحانی اخلاق میں روز افزوں ترقی موجزن ہوتی تھی۔ ان میں خداوند کریم کی غیر محدود طاقت اور علم کا یقین دلایا گیا ہے۔ برائیوں اور ممنوعات کے ارتکاب پر بے پناہ عذاب خداوندی سے

ڈرایا گیا ہے، اور فرمانبرداری اور عمدہ اعمال و اخلاق پر غیر متناہی انعامات سے بخشش وعدے کیے گئے ہیں جن کی وجہ سے حقیقی امن و امان اور کامل ترقی اور فلاح دنیا و آخرت میں ہو سکتی ہے۔ تنہائی میں، مجالس میں، چہار دیواری کے احاطوں میں پہاڑوں میں، جنگلوں میں، تہہ خانوں میں، شہنشاہی کے تختوں پر، مضبوط قلعوں کے احاطوں میں، افواج و عساکر کی قوتوں کے ساتھ بیچارگی اور کمزوری کی حالت میں یکساں طور پر بُرے اعمال و اخلاق سے بچنا اور محاسن افعال و ملکات کو اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے مگر مغربی علوم اور تعلیمات جدیدہ ان معانی سے عموماً خالی ہیں۔ وہ خدا کے وجود اس کی غیر متناہی طاقتوں اور عالم آخرت کی جزا اور سزا اس کی صفات کاملہ سے (جو کہ مکمل امن و امان کے ذرائع اور حقیقی ترقی انسانی اور روحانیت کاملہ کے وسائل تھے) نہ صرف بے پرواہیں بلکہ بسا اوقات ایسی تعلیم پر استہزا کرنے والی اور الحاد و دہریت (جو کہ تمام مفاسد کی جڑ ہے) کی طرف کھینچ کر لے جانے والی ہیں۔ وہ روحانیت اور ملکیت کی دشمن اور مادہ پرستی کی شیدا ہے وہ اصحاب مزعومہ اور علل مختصرہ کی اس قدر فریفتہ ہے کہ اس کے بنا و مندل کو کبھی روح اور ما فوق الطبیعۃ کا وہم و خیال بھی نہیں آتا۔ روحانی ترقیات اور ملکی صفات و احوال سے اس کو انتہائی گریز ہوتا ہے وہ خود غرضی کے میدان میں اس قدر سرگرم ہے کہ جس کے لیے اقوام اور امم کو ممالک و اقالیم کو موت کے گھاٹ اتار دینا اور بے زور بے دم بنا دینا نہ صرف جائز بلکہ کمال شمار کرتی ہے۔ چنانچہ یہی معاملہ تمام یورپین اقوام کا اپنی مستعمرات کے ساتھ جاری ہے۔

سرجان شور ۱۸۳۳ء میں کہتا ہے۔ برطانوی صنعت بڑھانے کے لیے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی "تدبر" قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ برطانوی فسادات کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کے لیے انگریزوں نے کس طرح چونگی اور محصول لگا کر ہندوستانی صنعت کا خاتمہ کر دیا۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: لیکن ہندوستان کا عہد زریں گزر چکا ہے۔ جو دولت کبھی اس کے پاس تھی اس کا جزو اعظم ملک کے باہر کھینچ کر بھیج دیا گیا ہے اور اس کے قدرتی عمل اس بدعملی کے ناپاک انتظام نے معطل کر دیے ہیں جس نے لاکھوں نفوس کی منفعت کو چند افراد کی خاطر قربان کر دیا ہے۔ (حکومت خود اختیاری)

وہ نفاق اور ڈپلومیسی کو پایۂ فضیلت اور ذریعہ فخر و مباہات سمجھتی ہے۔ مسرز جارج ایلن اینڈ انون لندن کا مشہور پبلشر کتاب جنس تمدن سے اقتباس ذیل شائع کرتا ہے۔ موجودہ تمدن کا سارا لب لباب منافقت ہے لوگ اپنا عقیدہ ظاہر خدا پر کرتے ہیں لیکن عملاً اپنی جانیں تک مال پر قربان کرتے رہتے ہیں۔ زبانوں پر آزادی کا دعویٰ رہتا ہے۔ لیکن جو آزادی کے علمبردار ہوتے ہیں ان کو ہی سزا ملتی ہے۔ دعویٰ مسیح کی پیروی کا ہے اور اطاعت مسولینی کی کی جارہی ہے۔ عزت کے الفاظ عصمت کے متعلق استعمال کیے جاتے ہیں لیکن عملی زندگیاں حرام کاری اور آتشک کے لیے وقف ہیں۔ زبانی داد سچائی کی دیتے ہیں لیکن عملاً اقتدار و اختیار کی کرسیوں پر بددیانتی ہی کو بٹھائے ہوئے ہیں۔ زبانوں پر اخوت کے نعرے ہیں لیکن جو بھائی ان کی جنگ یا وطنیت یا قومیت کے بدمستانہ جلوسوں میں شریک نہیں ہوتے ان کے لیے یا جیل خانہ ہے، یا جلاوطنی یا بندوق کی گولیاں۔ (ہیچ لکھنؤ ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء)

وہ حدود قوانین کی مراعات کرتے ہوئے ہر قسم کی بے حیائی فواحش اسراف کو جائز رکھتی ہیں۔ وہ فضول خرچی کی نہ صرف اجازت دیتی ہیں بلکہ بسا اوقات ضروری قرار دیتی ہے۔ انگلستان اور دیگر ممالک یورپ اور امریکہ کے غیر صحیح النسل بچوں کی تعداد ہائیڈ پارک اور دوسرے مقامات کی حرامکاری کی رپورٹیں اور اعداد و شمار، مادر زاد برہنگی کی روز افزوں ترقی وغیرہ طلاق اور خلع کا موجیں مارتا ہوا سیلاب دیکھیے اور غور کیجیے وہ اپنے وطن اور قوم کے لیے ہر قسم کے مظالم، ہر قسم کی دست درازیاں روا اور جائز سمجھتی ہیں۔

سرجان شور ۱۸۳۳ء میں کہتا ہے: "برطانیہ نے جو طرز حکومت قائم کیا ہے اس کے تحت میں ملک اور باشندگان ملک رفتہ رفتہ محتاج ہوتے چلے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان پرانے تاجروں پر جلد تباہی آ گئی۔ انگریزی حکومت کی پیس ڈالنے والی زیادہ ستانی نے ملک اور اہل ملک

کو اتنا مفلس کر دیا ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے"

جان سلیوان کہتا ہے۔ ہمارا طرز حکومت اسفنج کی مانند گنگا کے کنارے سے ہندوستان کی دولت چوستا ہے اور دریائے ٹائمس کے کنارے جا کر نچوڑ دیتا ہے۔ (حکومت خود اختیاری)

وہ مذہب اور دین کو جنون اور لغو قرار دیتے ہوئے لامذہبی کو مایۂ افتخار و مباہات سمجھتی ہے وہ اس دنیوی زندگی اور مادی ترقی ہی کو مقصدِ حیات اور بامِ ترقی قرار دیتی ہے۔ اس کے بعد اس کے نزدیک کوئی مقصد اور مطمحِ نظر نہیں ہے۔ وہ انبیاء اور اس کی تعلیماتِ زاکیہ کو بے معنی اور دشمنِ انسانیت سمجھتی ہے۔ وہ رشتہ داروں میں میل ملاپ، بڑوں اور بزرگوں سے تادیب، چھوٹوں اور اپنوں پر رحمت و شفقت۔ فقیروں اور مسکینوں کی خبر گیری اور ان پر خیرات و صدقات کی دشمنی ہے۔ وہ سادہ زندگانی اور کم خرچ معیشت کی راہ میں انتہائی رکاوٹ پیدا کرنے والی اور سرمایہ دار مادہ پرست مغربی قوموں کے فیشن کا پرستار بنانے والی ہے۔ خیال فرمائیے کہ وہ امریکہ جس کے ہر فرد کی روزانہ آمدنی کا اوسط چودہ روپیہ ہے اور وہ انگلستان جس کے ہر فرد کی اوسط چھ روپے بارہ آنے ہے (دیکھیے انقلاب مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء)

اس کے فیشن اور تہذیب و مصارف کا اتباع اگر برطانوی عہد کا وہ ہندوستان کرنے لگے جس کے ہر فرد کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک پیسہ بقول سر ولیم ڈگبی اور ڈیڑھ آنہ بقول انقلاب ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء اور تقریباً سوا آنہ بقول لارڈ کرزن پڑتا ہے تو بجز ہلاکت اور بربادی کیا حاصل ہوگا۔ یہی اور ان کے مثل دیگر وجوہ ہیں جنہوں نے عالم مشرق اور بالخصوص اسلامی دنیا اور بالاخص مسلمانانِ ہند کے علوم و معارف اور ان کی درس گاہوں اور ان کی زندگانی کو تباہی کے گھاٹ میں اتار دیا۔ مغرب کے سربرآوردوں نے ہمیشہ سے مشرق کی تعلیم گاہوں اور علوم کو مٹانے میں انتہائی سرگرمی کا ثبوت دیا۔ وہ قرآن شریف جو کہ تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے اور تمام کمالات دینی دنیوی، روحانی اور مادی کا مرکز و منبع ہے۔ جس وقت سے وہ اتارا گیا ہے آج تک محفوظ و مصئون رہ کر ہر قسم کی تحریفات وغیرہ سے پاک اور صاف ہے۔ جس کے ہر قسم کے کمالات کا نہ صرف مسلمان بلکہ مخالفین بھی پرزور الفاظ میں اقرار کرتے رہے ہیں۔

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتا ہے: جہاں تک ہماری معلومات ہیں، دنیا بھر میں ایک بھی کتاب ایسی نہیں جو اس (قرآن مجید) کی طرح بارہا صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔

ڈاکٹر موریس فرانسیسی مشہور مصنف لکھتا ہے: قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلیہ عنایت نے جو کتابیں دیں ان سب میں قرآن بہترین کتاب ہے۔ ڈاکٹر موریس کہتا ہے: قرآن نے دنیا پر وہ اثر ڈالا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ (تنقید الکلام مصنفہ سید امیر علی)

ڈاکٹر ایکسن گاس اپنی ڈکشنری میں لکھتا ہے۔ قرآن کی خاص خوبی اس کی ہمہ گیر صداقت میں مضمر ہے۔ (جارج سیل (مشہور مترجم قرآن) کہتا ہے قرآن جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا۔ یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بلند تر ہے۔ پادری وال رین بی ڈی (بنٹبرگ کے گرجہ میں امن عالم کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے) کہتا ہے مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے، ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔

گاڈفری ہیگنس کہتا ہے: قرآن کمزوروں اور غریبوں کا غمخوار ہے اور ناانصافی کی جابجا مذمت کرتا ہے۔ ڈاکٹر کینن آئزک ٹیلر (کلیسائی انگلستان کے صدر نشین کی حیثیت سے ۱۸۷۷ء میں تقریر کرتے ہوئے) کہتا ہے: اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تہذیب و تمدن کا علمبردار ہے۔

نیرالیسٹ (لندن کا مشہور اخبار) لکھتا ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد (قرآن) کی قدر و قیمت اور عظمت و فضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت عقل و دانش سے بیگانہ ہیں۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب اپولوجی فار محمد اینڈ دی قرآن میں لکھتا ہے: منجملہ بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لیے واجب طور پر باعثِ فخر و ناز ہو سکتی ہیں۔ دو خوبیاں نہایت بین ہیں۔ یعنی اول تو اس کا مؤدبانہ اور ہیبت و رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر اس مقام پر جہاں خدا تعالیٰ

(باقی ص ۳۲ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرد مومن کی ذمہ داریاں

از شاہ معین الدین احمد ندوی - اعظم گڑھ

انسانی عظمت و شرف

اسلام سے پہلے انسانیت کا تصور بہت پست تھا۔ انسان پیدائشی گنہگار اور اپنے اعمال کے لحاظ سے ادنیٰ ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا اور ہر ادنیٰ اعلیٰ کا غلام تھا۔ اسلام پہلا مذہب ہے۔ جس نے اسلام کا درجہ تمام مخلوق میں بلند کیا اور اسی کو اشرف المخلوقات قرار دیا۔ وہ خالق عالم کی صناعی کا شاہکار ہے اور خدا نے اسے "حسن تقویم" کی حسین ترین خلعت عطا فرمائی ہے۔ اس کو پیدائشی طور پر بے داغ۔ ہر نقص سے پاک اور دین فطرت پر قرار دیا۔ کیونکہ ہر انسان دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین ماحول اور سوسائٹی اسے یہودی یا نصرانی اچھا یا برا بنا دیتی ہے۔

حق تعالیٰ نے انسان کو حسن ظاہر کے ساتھ جمال معنوی یعنی علم و ادراک اور عقل و دانش دولت اور خیر و شر کی تمیز بھی عطا فرمائی۔ اعلیٰ درجہ کی عقلی و ذہنی قوتوں سے آراستہ کیا۔ چنانچہ کلام مجید میں بکثرت انسانی عقل سے خطاب کیا گیا ہے اور اس کو افلا یتدبرون، افلا یتفکرون اور افلا یعقلون کی بے شمار آیتوں کے ذریعہ اس کائنات پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اسے مخلوق پر فضیلت عطا کی گئی ہے۔ اس کے سر پر خلافت و نیابت الٰہی کا تاج رکھا گیا ہے اسے مسجود ملائکہ قرار دیا گیا اور اس کی عظمت سے انکار پر ابلیس ہمیشہ کے لیے مردود قرار پایا۔ جس سے بڑھ کر انسانی عظمت تصور میں نہیں آسکتی۔

اس سے پہلے انسان بدترین قسم کی غلامی میں مبتلا تھا وہ چاند، سورج، سمندر، پہاڑ، شجر و حجر بلکہ ادنیٰ ادنیٰ جانوروں تک کی پوجا کرتا تھا۔ اسلام نے بتایا کہ یہ چیزیں اس کی پرستش کے لیے نہیں، بلکہ اس کی خدمت اور فائدہ کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ آفتاب و ماہتاب بھی جس کی انسان پوجا کرتا ہے۔ اس کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا ہے۔ ؎

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

اسلام سے پہلے مادی طاقت و قوت، دولت و وجاہت نسلی و قومی برتری کی پرستش ہوتی تھی۔ ہر کمزور طاقتور کا، اور ہر ادنیٰ اعلیٰ کا غلام تھا۔ اسلام نے یہ سارے امتیازات ختم کر کے حسن عمل اور حسن کردار کو عزت و شرف کا معیار قرار دیا کہ "اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پاکباز ہے" (القرآن)۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ تم سب اولاد آدم ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اس لیے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے غرور اور آباء و اجداد پر فخر کو ختم کر دیا ہے۔" یہ اعلان آزادی و مساوات کا وہ چارٹر ہے، جس نے انسانوں کو انسانی غلامی سے آزاد کر کے مالک و مملوک، نسل و قومیت، حسب و نسب، دولت و وجاہت اور ادنیٰ و اعلیٰ کے امتیازات مٹا کر سارے انسانوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا اور کوئی انسان کسی انسان کا بندہ و غلام باقی نہ رہا۔

عظمت و شرف کی ذمہ داریاں

لیکن اس عظمت و شرف کے ساتھ اس کی ذمہ داریاں بھی بڑی کٹھن ہیں۔ یہ فطری قانون ہے جس پر ساری دنیا کا عمل ہے کہ منصب جس قدر جلیل ہوتا ہے، اسی قد

اس کی ذمہ داریاں بھی عظیم اور پابندیاں بھی سخت ہوتی ہیں۔ صاحب منصب کی ذاتی حیثیت بہت کم باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے اعمال و افعال اور زبان تک پر پابندی عائد ہو جاتی ہے۔ وہ شخص اپنے عہدے اور منصب کے فرائض کا نقیب اور ترجمان بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کے خلاف ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ دُنیوی حکومتوں کے سربراہ، وزراء اور سفراء وغیرہ بھی صرف اپنی حکومت کے ترجمان ہوتے ہیں۔ اس کی ہدایات اور پالیسی کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے۔

مومن کا مقام اور فرائض

اسی طرح ایک مومن جو خلیفۃ اللہ فی الارض اور دُنیا میں احکام الٰہی کا مبلغ اور ترجمان ہے خود مختار نہیں، بلکہ احکام خداوندی کا پابند ہے اس کے خلاف ایک قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اسلام کے معنی اپنے کو مکمل طور پر خدا کے حوالے کر دینے کے ہیں۔ اس کی بڑی اچھی تمثیل حدیثوں میں ہے کہ "دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے"۔ اس حدیث کے مختلف معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے دل نشین معنی یہ ہیں کہ قید کی زندگی میں انسان کو اپنے افعال کا مختار نہیں بلکہ دوسرے کا پابند ہو کر رہنا پڑتا ہے اور ایک مومن اپنے ہر عمل میں احکام الٰہی کا پابند ہے۔ اس لیے دُنیا گویا اس کے لیے قید خانہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں جنت میں کوئی پابندی نہ ہوگی۔ ہر شخص اپنے اعمال میں خود مختار ہوگا۔ اور کافر بھی احکام الٰہی کا پابند نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے افعال و اعمال میں آزاد ہوتا ہے۔ اسی لیے دُنیا اس کے لیے جنت ہے۔

امر و نہی کی خدمت

ایک مومن نہ صرف خود احکام الٰہی کا پابند ہے۔ بلکہ وہ اپنا نہیں اس کا مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عظیم ذمہ داری سے گراں بار ہے۔ اسے حکم ہے کہ "تم میں سے جو شخص کوئی بری بات دیکھے تو اسے اپنی قوت سے مٹا دے۔ اگر اس کی اسے طاقت نہ ہو تو زبان سے کہہ کر اسے مٹا دے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو۔ کم سے کم دل سے اس کو برا جانے۔ اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔ (مسلم)

نیکی اور خیر کی تبلیغ اور اس کے قیام و نفاذ اور بدی و شر کے انسداد پر دُنیا کا سارا نظام قائم ہے۔ اس کے بغیر سارا کارخانۂ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام بھی اسی کی تبلیغ اور قیام کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اور حکومتوں کے قوانین کا مقصد، منشاء بھی درحقیقت خیر کا قیام اور شر کا انسداد ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ دُنیاوی قانون کا دائرہ انسانوں کے مادی معاملات تک محدود ہوتا ہے۔ ان کو انسانوں کے اخلاقی اور روحانی معاملات سے صرف اسی حد تک علاقہ رہتا ہے جس حد تک عوام کے نفع و نقصان سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ لیکن احکام الٰہی اور حکومت الٰہیہ کا دائرہ انسانوں کے دینی و دنیاوی اور مادی و روحانی جملہ ضروریات تک وسیع ہے۔ اس لیے خلیفۃ اللہ فی الارض کی ذمہ داریاں دُنیاوی حکومتوں سے زیادہ اہم ہیں۔ وہ انسانوں کے معاملات میں خواہ وہ دینی ہوں یا دُنیاوی، اخلاقی ہوں یا روحانی احکام الٰہی کا ترجمان و مبلغ بھی ہے۔ اور اس کے قیام و نفاذ کا ذمہ دار بھی ہے۔ اس لحاظ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مومن کا فریضہ ہے۔

اس راہ کے شدائد و نتائج

درحقیقت یہی وہ بارِ امانت ہے جس کے اٹھانے کی ہمت زمین و آسمان نہ کر سکے اور انسان کی ہمتِ مردانہ نے ان کو اٹھا لیا۔ کیونکہ :-

آغاز کا دیوانہ انجام سے غافل تھا

کہ اس بارِ امانت کے اٹھانے کے معنی خدا کی راہ میں جان و مال کی بازی لگا دینے کے ہیں۔ اس راہ میں طرح طرح کے شدائد سے آزمائش ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس ارشادِ ربانی سے ظاہر ہے کہ "ہم تم کو تھوڑے خوف سے اور بھوک سے اور مال و جان اور پیداوار کی کمی سے آزمائیں گے"۔ (القرآن) چنانچہ بڑے بڑے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کو ایسی سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑا کہ وہ بعض اوقات تقاضائے بشری سے گھبرا کر پکار اٹھے کہ "خدا کی مدد کب آئے گی"۔ (القرآن)

خود رسول اللہ صلعم، صحابہ کرام اور دوسرے اربابِ عزیمت کو کیسے کیسے صبر آزما حالات سے گزرنا پڑا۔ مگر

ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ ان کی قربانیوں اور جانکاہیوں نے خفتہ انسانیت کو بیدار، مری ہوئی قوموں کو زندہ اور گم کردہ راہ قافلوں کو راہِ راست پر لگا دیا۔ اور ایک ایسی اُمّت پیدا کر دی۔ جو اپنے اعمال و اخلاق میں دُنیا کے لیے نمونہ تھی اور خُدا کا یہ وعدہ پُورا ہو کر رہا کہ "میرے نیک بندے زمین کی بادشاہت کے وارث ہوں گے۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے رہے۔ ان کو روئے زمین کی خلافت (حکومت) ضرور عطا کرے گا۔ جس طرح ان لوگوں کو خلافت دی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔" اور مسلمانوں کو روئے زمین کی سب سے زیادہ اور وسیع اور طاقت ور سلطنت عطا کی جس کا ایک سرا سندھ تھا اور دُوسرا فرانس کی سرحد سے ملتا تھا۔ اس زمانہ میں انہوں نے اقوامِ عالم کی قیادت و رہنمائی اور ان کے ذریعہ دُنیا میں دین و ایمان، علم و عرفان، اخلاق و روحانیت اور تہذیب و ثقافت پھیلی۔ وہ جس صحرا میں لگ گئے اور اسے گلشن بنا دیا۔ دوسری قومیں فخر یہ ان کے علوم سیکھتیں، اور تہذیب اختیار کرتی تھیں مگر یہ اسی وقت تک رہا۔ جب تک وہ پیغامِ الٰہی کے علمبردار رہے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ ان کا شعار رہا۔ جب سے اس کا سرشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹا۔ وہ اس وقت سے خود ان قوموں کے غلام ہو گئے جن کے وُہ حاکم و رہنما، معلم و مربی تھے اور آج تک ان کی ذہنی غلامی میں مبتلا اور افراد سے لے کر جماعتوں اور حکومتوں تک مغربی تہذیب کے سحر میں گرفتار اور اس کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خُدا کی خوشنودی اور نصرت نے بھی ان سے مُنہ پھیر لیا اور وہ اس قوّت سے محروم ہو گئے۔ جس پر ان کی توانائی کا دار و مدار تھا۔

آج دُنیا میں مسلمانوں کی تعداد پچاس ساٹھ کروڑ کے درمیان ہے۔ ان کی بیس پچیس حکومتیں ہیں۔ اس کے باوجود ان کی کوئی آواز نہیں۔ وہ ایک پس ماندہ قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ ان کی حکومتوں تک میں کوئی جان باقی نہیں ہے۔ چنانچہ پُوری عرب دُنیا مل کر بھی اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دُشمن اسرائیل کی چھوٹی سی ریاست کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہندوستان میں پانچ کروڑ سے اوپر مسلمان بستے ہیں لیکن ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لیے کہ وہ زندگی کی اس قوّت سے محروم ہیں جس کے بغیر انسانوں کی حیثیت خاشاک و خس کے گٹھے اور خس و خاشاک سے زیادہ نہیں جس کو ایک ہی معمولی چنگاری جلا کر خاکستر کر سکتی ہے ؎

بُجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں خاک کا ڈھیر ہے

آزادی، مذہب اور ترقی

مغربی قوموں کی تقلید اور اس کے فوائد کی سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ وہ مذہبی قیود سے آزادی اور مادی نظامِ حیات ہی کی بدولت بامِ عروج پر پہنچی ہیں۔ اگر مذہب ترقی میں مانع نہ ہوتا تو مسلمان جو مغربی قوموں کے مقابلہ میں زیادہ مذہبی ہیں، کیوں پستی اور تنزّل کا شکار ہوتے لیکن یہ سراسر مغالطہ ہے۔ نہ مغربی قوموں نے محض مذہبی آزادی اور مادی تصوّرِ حیات کے بدولت ترقی کی اور نہ مسلمان مذہب کی پابندی سے تنزّل میں مبتلا ہیں۔ مغربی قوموں کی ترقی کا سبب محض مذہب سے آزادی اور مادی تصوّرِ حیات نہیں بلکہ قوموں کی موت و حیات اور ترقی و تنزّل کے اصولوں پر ان کا عمل ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے بھی کچھ اصول مقرر رکھے ہیں۔ جو قوم بھی ان پر عمل کرے گی وہ ضرور دُنیا میں سربلندی حاصل کرے گی۔ خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔ اور جو قوم ان اصولوں کو چھوڑ دے گی خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو تنزّل کا شکار ہوگی۔ فطرت کے قوانین سب کے لیے یکساں ہیں۔ ان میں مومن و کافر کی تخصیص نہیں۔ جس طرح صحت اور تندرستی کے کچھ اصول و قوانین ہیں جو بھی ان کی پابندی کرے گا وہ بیماری سے محفوظ اور تندرست رہے گا اور جو خلاف ورزی کرے گا۔ وہ امراض کا شکار ہوگا اور ہلاکت تک نوبت پہنچے گی۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک کافر صحت کے اصولوں کی پابندی کے باوجود محض اپنے کفر کی بنا پر تندرست نہ رہے اور ایک مومن ان اصولوں کی خلاف ورزی کے باوجود محض اسلام سے انتساب کی بنا پر امراض و ہلاکت سے محفوظ رہے۔ یہی حال قوموں کی صحت اور توانائی اور بیماری اور ہلاکت کے اصولوں کا ہے۔

قوموں کی ترقی اور تنزّل اور موت و حیات کے بہت سے عناصر ہیں۔ مثلاً نصب العین کا تعیّن۔ ان کی صحت پر ایمان

اور یقین واثق۔ اس کے حصول کی جد و جہد۔ اس کے لیے جان بازی و جان فروشی، قومی وحدت، اجتماعی مفاد کے لیے ایثار و قربانی، ہمدردی و مواخات وغیرہ ایسے اوصاف جن قوموں میں بھی ہوں گے۔ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گی۔ خواہ وہ مومن ہوں یا کافر! اگر اس معیار سے مسلمانوں اور مغربی قوموں کا موازنہ کیا جائے تو مسلمان ان کے مقابلہ میں ہیچ نظر آئیں گے۔ مغربی قومیں اپنے بعض اخلاقی عیوب اور مادی تصورات کے باوجود ان اصولوں پر سختی سے عامل ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین مادی ترقی، سیاسی سربلندی اور دنیاوی عیش و تنعم کو بنا لیا ہے اور اس کے لیے ان کو مال کیا جان تک دے دینے میں باک نہیں۔ جب بھی قومی اور اجتماعی مفاد کا سوال آتا ہے تو ہر فرد اپنا پورا خاندان قومی مفاد کے لئے لٹا دیتا ہے۔ سلاطین و امراء اپنے لڑکوں کو بلا تامل میدان جنگ میں بھیج دیتے ہیں۔ وہ مادی ترقی اور محدود قومی مفاد کے لیے جتنی قربانیاں کرتے ہیں۔ آج کے مسلمان اپنے دین و ملت کے لیے اتنی قربانیاں نہیں کر سکتے۔ مغربی اقوام کی ترقی کا راز مذہب سے آزادی نہیں بلکہ ان اصولوں پر سختی سے عمل ہے جن کی مذہب تعلیم دیتا ہے۔

مغربی تہذیب کی خوبیاں اور خرابیاں

مغربی قومیں اور ان کی تہذیب محض برائیوں کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں قابلِ تقلید خوبیاں بھی ہیں۔ ان کی مادہ پرستی کے باوجود ان میں مذہب کا بھی اثر باقی ہے۔ چرچ اور مشنری کا پورا نظام ہے جس پر حکومتیں کروڑوں روپے صرف کرتی ہیں۔ مذہب کی تبلیغ، اخلاقی و روحانی تعلیم و تربیت اور رفاہِ عام کے کاموں اور انسانوں کی خدمت کے سینکڑوں ادارے قائم ہیں۔ عیسائی مبلغین اخلاق و انسانیت کا پیکر ہوتے ہیں۔ اور انسانی ہمدردی اور انسانیت کی خدمت میں کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت سی چیزوں میں مذہب کی روح اور اس کے مقصد پر ہم سے زیادہ ان کا عمل ہے۔ ان کی دوسری خوبی ان کی اصول پرستی اور ان کا نظم و ضبط ہے۔ جو ان کی سرشت میں داخل ہے سیاست کو چھوڑ کر جس میں چنگیز و ہلاکو بن جاتے ہیں، عام زندگی میں اخلاقی اوصاف میں ان کا قدم مسلمانوں سے بہت آگے ہے۔

لیکن ان کی تہذیب کی سب سے بڑی خرابی ان کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ان کا مادی تصورِ حیات ہے۔ اس کی بنیاد تمام تر مادیت اور لادینیت پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا اثر ہر شعبۂ زندگی میں نمایاں ہے۔ ایک طرف مذہب کا پورا نظام ہے۔ دوسری طرف مادی ترقی اور عیش و تنعم مقصدِ زندگی بن گیا ہے اور مغرب کی تمام قومیں عیش و تنعم کی سرمستی میں اور حکومتیں مادی ترقی، سیاسی اقتدار اور قومی برتری کے جنون میں مبتلا ہیں۔ سیاست میں دین و اخلاق کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہ گئی ہے اور عیش پرستی حد سے گزر کر بد مستی تک پہنچ گئی ہے۔ اس کے نتائج سے خود یورپ کا سنجیدہ طبقہ اور بڑے بڑے مفکرین جن میں اخلاقی احساس باقی ہے، مضطرب ہیں اور اس کے خلاف آواز بلند کرتے رہتے ہیں۔

مسلمان۔ مذہب اور ترقی

مسلمانوں نے مغربی تہذیب کی تقلید بھی کی تو ان کی برائیوں میں مغربی قوموں کے اچھے اوصاف اور کمالات میں ان کی تقلید کی توفیق ان کو بہت کم ہوئی۔ زیادہ تر ان کے عیوب اور ان کی برائیاں ان کے حصہ میں آئیں۔ اس لیے وہ ان دنیاوی فوائد سے بھی محروم رہے جو مغربی قوموں کے اوصاف کا نتیجہ ہیں۔ اس طرح دین بھی ان کے ہاتھ سے گیا اور دنیا بھی ان کو حاصل نہ ہوئی۔ مسلمانوں کے اپنے عقائد و تصورات ہیں اپنا نظامِ حیات ہے۔ اپنی تہذیب و روایات ہیں۔ ان کی زندگی کا خاص نصب العین اور مقصدِ حیات ہے۔ اس کے مطالبات اور ذمہ داریاں ہیں۔ اگر وہ ان کو چھوڑ کر مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھل کر مادی ترقی کے اوجِ کمال پر پہنچ بھی گئے تو وہ خیرِ امت کہاں باقی رہے جس کو نیابتِ الٰہی اور اقوامِ الٰہی کی ہدایت و رہنمائی کا منصب سپرد کیا گیا تھا۔ اس کے بجائے وہ خود انہی کی برائیوں میں مبتلا ہو کر دوسری مادہ پرست قوموں کی طرح ایک قوم بن گئے، جن کی دنیا میں کوئی کمی نہیں ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں دوسری قوموں کے مقا

میں مذہب کی ظاہری رسوم کی پابندی زیادہ ہے۔ لیکن وہ مذہب کی اصل روح یعنی اخلاص، خشیت الٰہی، رجوع الی اللہ اور اعلاء کلمۃ الحق اور اس کے لیے ایثار و قربانی کے جذبہ سے خالی ہیں اور ان کی مذہبیت محض ظاہری خول ہے۔ اس لیے اس سے وہ نتائج کیسے نکل سکتے ہیں، جن کا خدا نے وعدہ کیا ہے اور وہ اخلاق فاضلہ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو دنیاوی سربلندی کے لیے ضروری ہیں۔

مسلمانوں نے مذہب کے ایک اہم پہلو یعنی قوموں کے عروج و زوال اور موت و حیات کے اصولوں کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اسلام محض روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ کا نام نہیں ہے اور اس کے بھی کتنے مسلمان پابند ہیں۔ بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور شوکت و عظمت کے لیے جد و جہد، ایثار و قربانی، انفاق فی سبیل اللہ، قومی وحدت اسلامی اخوت اور اسی قبیل کے دوسرے اصولوں کو فراموش کر دیا ہے جو عبادات ہی کی طرح ضروری ہیں اور جن پر قوموں کی موت و حیات کا دار و مدار ہے بلکہ جہاد یعنی اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے ہر قسم کی جانی اور مالی قربانی افضل العبادات ہیں۔ اس جد و جہد میں سائنسی علوم کی تحصیل، اس کی ایجادات و اختراعات، مضبوط نظام حکومت۔ فوجی قوت تمام چیزیں داخل ہیں جو موجودہ دور میں کسی قسم کی بقا و استحکام کے لیے ضروری ہیں۔ خود قرآن مجید اس پر شاہد ہے اور خلفائے راشدین کا اس پر عمل رہا ہے۔ علم و فن کا درجہ اسلام میں بہت بلند ہے۔ کلام مجید کی جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ علم کی عظمت کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ تم اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو۔ جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا اور وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا (القرآن)۔ ایک دوسرے ارشاد ربانی میں حکمت کو خیر کثیر سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے، اور جسے حکمت دی گئی اس نے بڑی دولت پائی۔ عام طور پر علم و حکمت سے مراد وحی الٰہی، علم دین اور دین کی سمجھ لی جاتی ہے۔ لیکن ان دوسرے علوم کو ان سے خارج کر دینے کی کوئی وجہ نہیں جو دین کی خدمت اسلام اور مسلمانوں کی شوکت و عظمت کے قیام کے لیے اس زمانہ میں ضروری ہیں اور جن کے بغیر کوئی قوم طاقتور نہیں ہو سکتی۔ بلکہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ خود قرآن مجید کی آیات اس پر شاہد ہیں کہ دنیاوی علوم نہ صرف دنیاوی طاقت کے حصول کے لیے ضروری بلکہ عرفان حق کے لیے بھی مفید ہیں۔ مثلاً کلام مجید میں جابجا کائنات کی تخلیق، اس کے مظاہر، آسمان و زمین، چاند، سورج، پہاڑ، سمندر، بارش اور ہوا، زمین کی روئیدگی اور انسان کی خلقت پر غور و فکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک مومن کے عرفان کے لیے تو ان کی خلقت اور اس کے ظاہری فوائد ہی کافی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کمال، اس کی صناعیاں اور اس کے اسرار و حکم ایک محقق اور سائنسٹ پر زیادہ منکشف ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک ظاہر بین کے لیے انسان کا ظاہری حسن و جمال اللہ تعالیٰ کے کمالِ تخلیق کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ لیکن تشریح الاعضاء کے ماہر ڈاکٹروں کو انسانی جسم کے ہر عضو میں اللہ تعالیٰ کی بے نظیر شان کی ایک پوری کائنات نظر آتی ہے۔ اسی طریقہ سے آسمان کی رفعت سیاروں کی گردش، آفتاب کی حرارت اور روشنی، چاند کی ٹھنڈی چاندنی کو ایک عام بھی دیکھتا اور خدا کی قدرت کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن ایک ہیئت دان کو خلا کی لامحدود وسعتوں، سیاروں کے عظیم الشان نظام اور محیر العقول عجائبات میں خدا کی حقیقی عظمت اور اس کا جلال نظر آتا ہے اور دل پکار اٹھتا ہے۔

ربنا ما خلقت ھذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار۔

امام غزالی کا مقولہ ہے کہ جو شخص ہیئت سے واقف نہیں وہ معرفت الٰہی میں عنین ہے اس لیے سائنسی علوم عرفان حق کے لیے از بس مفید ہیں۔

مادی طاقت کی ضرورت

خلافتِ ارضی کے لیے اس مسئلہ کو ایک دوسرے پہلو سے بھی دیکھئے۔ حکومت اور دنیاوی اقتدار کے لیے خود قرآن مجید نے علم کی طاقت اور مادی قوت کو ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے

بعد جب بنی اسرائیل نے اس وقت کے موجودہ پیغمبر سے کسی کو بادشاہ بنانے کی درخواست کی تو انہوں نے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا۔ بنی اسرائیل نے عذر کیا کہ ان کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ وہ ہم پر کس طرح حکومت کر سکتے ہیں۔ ہم ان کے مقابلہ میں حکومت کے زیادہ اہل ہیں۔ پیغمبر نے طالوت کے استحقاق حکومت کی یہ دلیل دی۔

اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا اور ان کو علم اور جسم میں زیادہ وسعت عطا کی (القرآن)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت و اقتدار کے لیے علم کی قوت اور جسمانی یا مادی طاقت ضروری ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے حکم دیا گیا۔

"اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے جتنی قوت اور پلے ہوئے گھوڑے جمع کر سکتے ہو، ان سے پوری طرح تیار رہو۔ تاکہ ان کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ دوسروں پر اپنی دھاک بٹھا سکو۔" (القرآن سورہ انفال)

یہ آیات اس کا ثبوت ہیں کہ اس زمانہ میں حکومت کے استحکام اور دشمنوں کے مقابلے کے لیے جس قسم کی طاقت کی ضرورت تھی اس کی تیاری کا حکم دیا گیا تھا اور اس زمانہ میں جس قسم کی طاقت کی ضرورت ہے اس کے لیے بھی وہی حکم ہے۔ اور اس میں علم و سائنس کی ایجادات، فوجی قوت اور ہر قسم کے جدید اسلحہ سب داخل ہیں اور ان کے لیے مغربی علوم خصوصاً سائنس کی تحصیل اور اس میں کمال پیدا کرنا ضروری ہے۔

مسلمانوں کی علم دوستی

مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ عروج میں دوسری قوموں کے علوم سے پورا استفادہ کیا ان کو ترقی دی۔ سینکڑوں نئے علوم ایجاد کئے اور علمی میدان میں پوری دنیا کی امامت کی۔ اگر اس زمانہ میں انہوں نے علم کا پایہ نہ سنبھالا ہوتا تو بہت سے پرانے علوم جن پر موجودہ علمی ترقی کی بنیاد قائم ہے، مٹ گئے ہوتے اور آج دنیا علم کی روشنی سے محروم رہتی۔ انہوں نے مغربی قوموں کو یونانی علوم سے آشنا کیا۔ طب، فلسفہ، ہیئت، ریاضیات وغیرہ میں مسلمانوں کی تصانیف کے لاطینی تراجم صدیوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل رہے۔ یورپ کی نشاط ثانیہ ان کی رہینِ منت ہے انہی علوم کی بنیاد پر اس نے علوم و فنون کا عظیم الشان قصر تعمیر کیا۔ اس لیے مفید علوم کی تحصیل اور ان کی خدمت و اشاعت خواہ وہ کسی قوم کے ہوں مسلمانوں کا خاص ورثہ رہا ہے۔ جدید علوم خصوصاً سائنسی فنون کی تحصیل نہ صرف مسلمانوں کی دُنیاوی ترقی اور سیاسی استحکام کے لیے ضروری ہیں بلکہ ان کے بغیر اس زمانہ میں دین کی پوری خدمت بھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس بارہ میں نقطہ نظر بدلنے کی ضرورت ہے۔ علم و سائنس کی قوت کے لیے اخلاقی حدود کی پابندی ضروری ہے۔ اس کا مقصد انسانیت کی فلاح و سعادت ہونا چاہیے۔ محض مادی طاقت کا حصول، سیاسی اقدار، قومی افتخار و سربلندی اور سامانِ تعیش کی فراہمی نہیں۔ اگر سائنسی علوم کو صحیح مقصد کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ سراسر خیر ہیں ورنہ سراسر شر۔ مولانا روم آج سے صدیوں پہلے کہہ گئے ہیں کہ:

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

اور اس کے لیے سب سے مقدم شرط خداشناسی، خشیتِ الٰہی اور مواخذہ کا خوف ہے۔ اس کے بغیر یہ دیو قابو میں نہیں آسکتا۔

مسلمانوں کا منصب

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ آج پوری دُنیا ہدایت الٰہی کو فراموش اور انسانیت کا اصل مقام کھو چکی ہے۔ ہر قوم مادیت کے سیلاب میں غرق اور مادی ترقی کے جنون میں مبتلا ہے۔ مسلمان بھی اسی سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں، حالانکہ وہ خیر امت ہیں، جن کو اقوامِ عالم کی ہدایت کا منصب سپرد کر دیا گیا تھا۔ وہ اس منصب کو فراموش کر کے "او را خویشتن گم است کرا رہبری کند" کا مصداق بن گئے ہیں۔ لیکن اب بھی من حیث القوم ان کا تصورِ حیات نہیں بدلا ہے اور ان کی ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ قرآن مجید اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ اس لیے اس بجھے ہوئے خاکستر میں بھی ابھی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں۔ اس لیے آج بھی ان پر حق کا پیغام پہنچانے کی سب سے

زیادہ ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنے عمل سے بحیثیت اُمّت ہونے کا ثبوت دیں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان کی حرارت۔ ان کے ہاتھوں میں ہدایت الٰہی کی مشعل، ان کے اعمال و اخلاق میں اسلام کی تصویر، ان کی نگاہ میں حقیقت بینی اور ان کے بازوؤں میں علم و سائنس کی طاقت ہو۔ اس وقت دنیا ان کی طرف توجہ کرنے اور ان کی باتیں سننے پر مجبور ہوگی ورنہ محض کھوکھلی نقالی سے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائینگے۔ اور ان کی داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!

بیسویں صدی کی بیماری

موجودہ زمانے میں طب اور سرجری کی حیرت انگیز ترقی نے یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ سائنس، موت اور بڑھاپے کے سوا ہر جسمانی تکلیف پر قابو پا سکتی ہے مگر اسی کے ساتھ بیماری کے اقسام میں بھی نہایت تیزی سے ایک نئے نام اعصابی بیماری (NERVOUS DEASES) کا اضافہ ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی تہذیب نے انسان کے اس حصہ کو جو لحمیات، معدنیات اور گیسوں کا مرکب ہے ترقی دینے کی کوشش کی ہے مگر انسان کا وہ حصہ جو شعور، خواہش اور ارادہ پر مشتمل ہے اس کی غذا سے اسے محروم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اعصاب شکنی میں مبتلا ہو رہا ہے اور بڑے بڑے شہروں کی اسّی فیصدی آبادی اسی بیماری میں مبتلا ہے۔ ماہرین نفسیات کی تحقیقات کی رو سے اس بیماری کی وجوہ یہ ہیں:-

جرم، ناراضگی، اندیشہ، پریشانی، مایوسی، تذبذب، شبہ، حسد، خود غرضی اور اکتاہٹ یا بوریت (BOREDOM) یہ سارے عوارض بے خدا زندگی کا نتیجہ ہیں۔ خدا پر ایمان آدمی کے اندر وہ اعتماد پیدا کر دیتا ہے جو مشکلات میں اس کا سہارا بن سکے۔ وہ ایسا برتر مقصد اس کے سامنے رکھ دیتا ہے جس کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے مسائل کو نظر انداز کر کے اس کی طرف بڑھ سکے وہ اس کو ایسا محرک کر دیتا ہے جو سارے اخلاقی محاسن کی واحد بنیاد ہے وہ اسے عقیدہ کی وہ طاقت دیتا ہے اسی کے متعلق ڈاکٹر سر ولیم اوسلر (SIR WILLIOM OSLER) کا کہنا ہے کہ "وہ ایک ایسی قوّت محرکہ (GREAT MOVING FORCE) ہے جس کو نہ کسی ترازو میں تولا جا سکتا ہے اور نہ لیبارٹری میں جانچا جا سکتا ہے"۔ یہ قوّتِ محرکہ کسی مادی یا الحادی نظریہ سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ صرف خدا اور آخرت پر ایمان لانے سے ہی پیدا ہوتی ہے اور یہی در اصل نفسیاتی صحت کا خزانہ ہے۔

یہ انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے، کہ ماہرین نفسیات نے اعصابی عوارض کا کھوج لگانے میں تو کمال درجہ کی ذہانت کا ثبوت دیا ہے، مگر ان نو دریافت بیماریوں کا صحیح علاج تجویز کرنے میں وہ سخت ناکام ہوئے ہیں۔ اسی لیے نیویارک اکیڈمی آف سائنس کے صدر اے۔ کریسی مارسین نے کہا ہے کہ:-

"ادب و احترام، فیاضی، کردار کی بلندی، اخلاق، اعلیٰ خیالات اور وہ سب کچھ جس کو خدائی صفات (DIVINE ATTRIBUTES) کہا جا سکتا ہے۔ وہ کبھی الحاد سے پیدا نہیں ہو سکتی جو در اصل خود بینی کی عجیب و غریب قسم ہے جس میں آدمی خود اپنے آپ کو خدا کے مقام پر بٹھا لیتا ہے۔ عقیدے اور یقین کے بغیر تہذیب تباہ ہو جائے گی۔ نظم و بے نظمی میں تبدیل ہو جائے گا۔ ضبط نفس اور اپنے آپ پر کنٹرول کا خاتمہ ہو جائے گا اور برائی ہر طرف پھیل جائے گی۔ ضرورت ہے کہ ہم خدا پر اپنے یقین کو دوبارہ مضبوط کر لیں" (MAN DOES NOT STAND ALONE P.125)

("بشکریہ الفرقان")

آیت کریمہ

۲۱ر اپریل ۷۷ء
بعد نماز مغرب

جس کے بعد حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہم وعظ فرمائیں گے مرشد انور مدظلہم نے ہدایت فرمائی ہے کہ بکثرت شامل ہو کر ملکی حالات کی اصلاح کے لیے خصوصی دعا کریں۔ (ادارہ)

آلِ فرعون کا ایک مومن

تحریر :- ڈاکٹر محمد احمد برانق
ڈائریکٹر جنرل وزارتِ تعلیم و تربیت (مصر)

ترجمہ :- مولانا عبد الصمد صارم الازہری
پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور

ایک اندھیری رات میں موسیٰ علیہ السلام نے دھیمی آواز میں دروازہ پر دستک سُنی۔ دروازہ کھولا تو شمعان بن جزک تھا۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آیا تھا، وہ کہہ رہا تھا ابھی ابھی آل فرعون میں سے ایک مہمان ہمارے گھر میں وارد ہُوا ہے وہ آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے...

موسیٰؑ : یہ مہمان کون شخص ہے ؟ کچھ نام، پتہ بتلاؤ

شمعان : وہ فرعون کا بھتیجا حزبیل ہے ۔

موسیٰؑ : خوب ! پیارا دوست ہے ۔ میں اس کا بے حد منتظر تھا۔ مجھ پر اس کے بے شمار احسانات ہیں۔

اُس نے اسرائیل کی قوم سے ذلتوں کو دور کرنے میں اور ہر قسم کے ظلم و زیادتی اور بنی اسرائیل کے بچوں کے ذبح ہونے سے بچانے میں میری بڑی مدد کی ہے۔ میری قوم پر مصریوں کی طرف سے مظالم کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے اور وہ ان کی مدافعت کر رہا تھا۔ ہم آپس میں ایک دل اور ایک دماغ تھے ..... اس کے بعد موسیٰؑ کچھ خاموش ہو گئے۔ وہ شاید پرانی بھولی بسری یادیں ذہن میں دُہرا رہے تھے۔ پھر فرمانے لگے : غالباً اس وقت تک کسی کو بھی معلوم نہیں کہ میں مصریوں کے پنجۂ ظلم سے چھوٹ کر کس طرح مدین پہنچا اور فرعون نے میرے قتل کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ مجھے کیونکر معلوم ہوا، حزبیل بڑا گہرا دوست ہے۔ وہ ارکانِ سلطنت کے ساتھ فرعون کے دربار میں شریک رہتا تھا۔ ان درباریوں نے جب میرے ہلاک کرنے کا منصوبہ تیار کیا تو وہ شاہی محل سے نکل کر بھاگا ہوا میرے پاس آیا" اور شہر سے باہر رازدارانہ طور سے مجھے بتلایا کہ قوم قتل کا مشورہ کر رہی ہے۔ آپ یہاں سے بھاگ جائیے۔ میرا ہمدردانہ مشورہ ہے۔

شمعان کے گھر میں موسیٰ اور حزبیل گرم جوشی سے گلے ملے، شوقِ و محبت میں ایک نے دوسرے کی پیشانیوں کو چوما۔ مسلمان گھرانہ جزک اس کی بیوی، اور لڑکا شمعان ــــ کھڑے ہوئے مسرت کے ساتھ ملاقات کا منظر دیکھ رہے تھے۔ موسیٰؑ اپنے دوست حزبیل کے پاس بیٹھ گئے اور ملائمت و محبت سے کہنے لگے : کہئے ! ان حالات میں جب کہ ہر چار طرف مخبر اور جاسوس پھر رہے ہیں، آنے کی زحمت کیوں فرمائی ؟ حزبیل نے ہنس کر کہا، کچھ اُسی صورت سے پہنچا ہوں۔ جس طرح کبھی پہلے آپ کے پاس پیغام لے کر آیا تھا کہ آپ یہاں سے بھاگ جائیے۔ لوگ آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں۔

یہ سُن کر موسیٰ بھی ہنسنے لگے اور فرمایا: مگر ظالم طاقت پہلے تو اس قدر ہراساں نہ تھی جیسی کہ آج کل ہے۔ جاسوس اور پہرے بھی پہلے اس کثرت سے نہ تھے، آپ ان سے بچ کر کیسے چلے آئے۔

حزبیل : آپ نے صحیح فرمایا، آج کل حکومت آپ سے بہت ڈرتی ہے چنانچہ آپ کے اور آپ کے پیروکاروں کے چاروں طرف مخبروں اور جاسوں کا جال بچھا رکھا ہے، لیکن آج رات وہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے کیوں کہ کل عید کا دن ہے۔ ہر شخص تہوار کی تیاری میں مصروف ہے، مجھے یہ موقع غنیمت نظر آیا تو میں حاضر ہو گیا۔

موسیٰؑ : غالباً یہ جفاکار حکمرانوں کا طبقہ بھی عبادت گاہ میں پہنچے گا جہاں گمراہ اور منافق پجاری انہیں وہ مقدس شراب پلائیں گے۔ جس سے ان کا خدا مدہوش ہو کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر آتا ہے۔

حزبیل : یہ کیا بات ہے کہ آپ عید کی ان پرانی رسموں کو ایک گونہ ناگواری سے بیان کرتے ہیں۔

موسیٰؑ : مجھے ان کی شراب نوشی اور بدمستی سے سخت نفرت ہے، اُن کی پرستش کی رسمیں کس قدر جھوٹے ڈھکوسلے ہیں، اس سے بڑھ کر بھی کوئی موقعہ نفرت انگیز اور گندہ ہو سکتا ہے کہ ان کا خدا عید وغیرہ کے موقع پر اس کثرت سے شراب چڑھاتا ہے کہ دم بھر میں لت پت ہو جاتا ہے اور نوکر چارپائی پر اسے ڈالتے ہیں۔ وہ شراب میں دُھت واہی تباہی بکتا ہے۔

اُس کی ان حالتوں پر خود یہ نوکر چاکر بھی مذاق اڑاتے ہیں.... ایک اور میں نے نوکروں کو آپس میں باتیں کرتے سُنا۔ وہ لوگ اُسے چارپائی پر ڈال رہے تھے، اور مذاق میں کہہ رہے تھے۔ اپنی طرف سے اس خدا کا سر اُٹھا، اس کی گردن مڑی ہوئی ہے۔ تکلیف ہو رہی ہوگی دوسرا بھی اسی مذاق کے انداز میں جواب دیتا، ابھی ذرا انتظار کرو، خدا کو قے تو ہو لینے دو، سر اوپر کر دینے سے کہیں یہ اپنے سینہ پر قے نہ کر لے۔

حزبیل: آپ جب سے اپنے طویل سفر سے واپس آئے ہیں اس شراب میں انہماک اور بھی بڑھ گیا ہے وہ آپ سے بہت ڈرتا ہے، سمجھتا ہے کہ شراب کے پیالے چڑھا لینے کے بعد اس کے خوف کا احساس کم ہو جائے گا. لیکن افسوس یہ کس قدر بیہودہ خیال ہے!

موسیٰؑ: وہ شاید اس حالت کا عادی ہو چکا ہے کہ جب اپنی مدہوشی اور شراب نوشی سے ہوش میں آتا ہے تو اپنی قے اور واہی تباہی پن کو بھول جاتا ہے. پھر وہی خدائی کے دعوے ہونے لگتے ہیں، مصنوعی وقار کا روپ دھار لیا جاتا ہے. وہ تیز تیز نگاہوں سے چیزوں کو یوں گھورتا ہے گویا وہ واقعی خدا ہی تو ہے.

حزبیل: صحیح فرمایا...... آپ نے جیسا کہ ملاحظہ بھی کیا ہوگا، منافقین اس کے ارد گرد اس کو رکوع سجدے کرتے اور اس کے سامنے زمین کو چومتے ہیں...... اس کی خوشنودی، مزاج اور مرضی پوری کرنے کو دوڑے دوڑے پھرتے ہیں.

موسیٰؑ: ان لوگوں نے اس کی خدائی کا بہت بڑا طومار باندھ دیا ہے. درباریوں میں سے عظیم الشان سردار، باوقار وزیر اور سپہ سالاروں کا یہ حال ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے جب بن ٹھن کر نکلتے ہیں تو وہ اس وقت اپنے آپے میں نہیں رہتے لوگ ان کی عظمت کے سامنے مارے ہیبت کے کانپنے لگتے ہیں. یہی درباری ہیں جنہوں نے فرعون کی عقل اور ذہنیت کو بلکہ اس کی انسانیت اور آدمیت تک کو برباد کر کے رکھ دیا ہے. فرعون کے سامنے یہ لوگ اس قدر اپنی ذہنی پستی دکھاتے ہیں کہ وہ جس چیز کو حلال کہہ دے یہ بھی حلال کہتے ہیں اور وہ جس کو حرام ٹھہرا دے یہ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہتے ہیں اس کی تعظیم و پرستش کا یہ حال ہے کہ اس کا غرور دن بدن اضافہ پر ہے...... سچی بات یہ ہے کہ اگر یہی لوگ اس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے اور ہر مشورے میں حق بات منہ سے نکالتے تو نہ صرف اس کے ساتھ ان کا سلوک منصفانہ ہوتا بلکہ خود اپنے مرتبے اور عزت کے ساتھ بھی انصاف سے کام لیتے. لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا. اس نے ان کو جھکایا اور یہ جھکتے ہی چلے گئے.

حزبیل: بیشک، ان لوگوں کی بہتری اور پائیدار عزت کا راز اسی میں ہے کہ یہ لوگ آپ کی تعلیم پر کاربند ہو جائیں. فرعون کے سامنے ہر حق بات کہنے میں بے لاگ ہوں..... آپ نے تو اپنی طرف سے نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی مگر انہیں لوگوں نے آپ کی باتوں پر کان نہ دھرا.

موسیٰؑ: میں نے ان لوگوں کو سچی باتوں کی طرف دعوت دی. مگر ان کا جواب یہی تھا کہ اگر فرعون نے ہم کو شکنجہ میں کس دیا تو ہمارا کیا بنے گا؟ بہر حال تم اس کے منہ بولے بیٹے ہو فرعون کی بیوی آسیہ کی تم کو پوری حمایت و مہربانیاں حاصل ہیں. اگر کوئی نامناسب وقت آ بھی جائے تو تم سہولت سے اس کا مقابلہ کر سکتے ہو، ہمیں تو یہ بات حاصل نہیں.

موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کی بیوی آسیہ کا ذکر کیا تو حزبیل کہنے لگا! اس نیک بخت ماں کا کیا کہنا! میں اس کو ماں کہنے میں سعادت محسوس کرتا ہوں. مجھ پر اس کے بے شمار احسانات ہیں. خوبی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ فرعون کو سچائی کی طرف بلاتی ہے.

حزبیل: آسیہ بڑی نیک عورت ہے وہ آپ کی آمد کا حال سن کر بہت خوش ہوئی. فرعون کے چنگل سے نجات حاصل کرنے میں خدا کا فضل و کرم تو آپ کے شامل حال تھا ہی، لیکن اس میں اس کا بھی بڑا ہاتھ تھا.

موسیٰؑ: اچھا، یہ کس طرح؟

حزبیل: آپ نے جب اس مصری نوجوان کو جان سے مار ڈالا، جس نے ایک اسرائیلی کو پیٹا تھا، تو فرعون نے شاہی خاندان کے افراد کو، اور بعض فوجی افسروں اور سرکاری ارکان کو طلب کر کے کہا: مجھے اچھی طرح معلوم ہوا ہے کہ موسیٰ اسرائیلی ہے، مصری نہیں، تم جانتے ہو کہ اس نے ایک مصری نوجوان کو محض اس جرم میں ہلاک کر دیا کہ اس نے کسی اسرائیلی پر ہاتھ اٹھایا تھا: میں اس جرم پر اس کو اپنی پسری سے خارج کرتا ہوں. آج سے وہ میرا بیٹا نہیں، میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میرا لڑکا ایک اسرائیلی ہو یا قاتل انسان ہو، میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا...... حزبیل یہ کہہ کر کچھ خاموش ہوا. اور پھر بولا: نیک خاتون آسیہ اس مجلس میں موجود تھیں. مجھے یاد ہے کہ اس وقت ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے. لیکن انہوں نے خود کو قابو میں رکھا اور منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا. البتہ والد (فرعون) کے چہرے پر ایک پُر مغز نگاہ ڈالی...... اس کے بعد میرے والد نے کہا: فرعون عظیم! کیا مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت ہے؟

فرعون: ہاں کہو،

حزبیل کا باپ: آپ نے اگر موسیٰؑ کو ہلاک کیا تو عام رعایا میں شور مچ جائے گا. لوگ کہیں گے بادشاہ اپنی اولاد کو قتل کر رہا ہے، قوم یہ نہیں جانتی کہ موسیٰؑ اسرائیلی ہے. وہ صرف یہ جانتی ہے کہ آپ نے اس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہے. ایسی صورت میں اس کو قتل کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ عام لوگوں میں آپ کے خلاف اشتعال پیدا ہوگا. پھر نوجوان فوجی کو مار ڈالنے کا واقعہ ایسی معمولی نوعیت کا ہے کہ چند آدمیوں کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں...... مختصر یہ کہ ہم یہ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ لوگوں میں آپ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو اور وہ یہ کہتے سنے جائیں

کہ بادشاہ سلامت رحم و شفقت کے مادہ سے اس قدر کورے ہیں کہ جس لڑکے کو بیٹا بنا کر پرورش کیا تھا اسی کو قتل کر ڈالا۔ قوم آپ کو اپنا پروردگار سمجھتی ہے۔ پروردگار، عنائت، رحمت اور محبت کا مجسمہ ہوتا ہے۔ قوم کے دل میں پیدا شدہ اس یقین کو آپ کیوں برباد کئے دیتے ہیں......؟ فرعون ان باتوں سے تلملا اٹھا۔ کہنے لگا: پھر آخر اس کو یہ کھلی آزادی کس طرح دے دی جائے کہ وہ مصریوں کے مقابلہ میں اسرائیلیوں کی پیٹھ ٹھونکتا رہے۔

ہامان: (وزیر سلطنت) فرعون عظیم! بہتر ہوگا کہ آپ اس وقت اپنے غصہ پر قابو پاتے ہوئے، موسیٰؑ سے اپنی پہلے کی سی مروت و عنایت ظاہر کریں اور یہ بھی کسی سے نہ کہیں کہ وہ اسرائیلی ہے۔ بلکہ سب کے سامنے موسیٰؑ کے گم ہو جانے پر غم کا اظہار کریں۔ گویا شاہزادہ کی محل میں واپسی نہ ہونے پر آپ اسی طرح پریشان ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کی گم شدگی پر پریشان ہوتا ہے...... گفتگو میں بھی یہ انداز ہونا چاہئے کہ آپ کے نزدیک ہلاک ہونے والے فوجی کا خون موسیٰ کی ایک دم کی جدائی کے بھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ موسیٰ کو اطمینان ہو جائے گا اور وہ چھپنے یا بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گا......

اور میں ہر طرف مخبروں اور جاسوسوں کا جال پھیلا دوں گا جو اس کی روپوشی کے مقام سے مجھے باخبر رکھیں گے۔ جب ہم اس کا پتہ لگا لینے میں کامیاب ہو جائیں گے تو اس کو محل میں لائیں گے۔ اس کی آمد پر آپ پوری خوشی کا اظہار کریں اور محل میں خوشی کے شادیانے بجوائیں......

جب وہ ہر طرح سے مطمئن ہو جائے گا تو ہم سیر یا شکار کے موقع پر کوئی کمین گاہ مقرر کر کے اس کو قتل کرا دیں گے۔ یہ تمام کارروائی ایسے پراسرار طور پر ہوگی کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے گا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ بلکہ عام لوگ یہی سمجھیں گے کہ مقتول فوجی کے وارثوں نے اپنے لڑکے کے بدلہ لینے کے لئے اسے قتل کر دیا ہوگا۔ حزبیل قدرے خاموش رہا اور پھر بولا: فرعون اس تدبیر پر بہت خوش ہوا اور اس سے پورا اتفاق کرتے ہوئے ہامان کو اس کے مطابق عمل پیرا ہو جانے کا مشورہ دیا پھر میرے والد کی طرف متوجہ ہوا اور کہا! اب آپ یہاں تشریف لانے کی زحمت نہ کریں۔ ضرورت ہوئی تو بلوا لیا جائے گا یا ہم خود آپ کے پاس پہنچیں گے...... گویا اب ہمیں دربار سے واپسی کی اجازت تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ فرعون کو میرے والد کی باتیں پسند نہیں آئیں۔ ہم لوگ جس وقت محل سے واپس لوٹ رہے تھے تو مجھے بے حد افسوس تھا۔ یہ افسوس اس پر نہ تھا کہ ہم شاہی محل سے منقطع ہو گئے بلکہ آپ کے ساتھ ہونے والا غدار پر پریشان تھا۔ مشکل یہ تھا کہ مجھے آپکی روپوشی کی جگہ کا پتہ بھی نہ تھا کہ آپ کو اس سازش کی اطلاع ہی دے دیتا۔

پانچ دن گذرے تھے کہ نیک دل سیدہ آسیہ نے مجھے قصر شاہی میں طلب کیا۔ مجھے بلانے کے لئے فرعون کی صاحبزادی کی مشاطہ آئی تھی۔ اس نے پیغام دیا کہ مخفی طور پر سیدہ آسیہ سے فوراً ملو۔ اس وقت رات کا ابتدائی حصہ تھا۔ وہاں پہنچا تو میں نے ان کو مشرقی دروازے پر اپنا منتظر پایا۔ انہوں نے کہا! فرعون اس وقت شراب و کباب کی مجلس آراستہ کئے محل کے مغربی حصہ میں ہے اس کے پاس ہامان اور بعض فوجی افسران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ میں نے ہامان کو رازدارانہ طریقہ سے کہتے ہوئے سنا کہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ موسیٰؑ فلاں اسرائیلی کے گھر میں روپوش ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اس کو چھاپہ مار کر گرفتار کرنا قرینِ مصلحت نہیں۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ صبح تک انتظار کیا جائے اور معزز درباری وہاں پر اس کے پاس بھیجے جائیں۔ ان جانے والوں میں میں خود بھی شریک ہوں گا۔ تاکہ استقبال کا پورا اہتمام ظاہر ہو اور آپ کی رضا و خوشنودی معلوم کر کے اس کے دل سے خوف و ہراس قطعاً دور ہو جائے۔ اس طرح وہ ہمارے ہمراہ چلا آئے گا......

حزبیل نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا! مجھے آپ کے میزبان اسرائیلی کا نام معلوم ہوا تو اب شاہی محل میں مجھے ٹھہرنا فضول معلوم ہوا میں فوراً آپ سے ملاقات کے لئے نکل کھڑا ہوا تاکہ آپ کی ہدایات سن سکوں۔ خود سیدہ کا بھی مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ میں آپ سے فوراً ملوں۔ چنانچہ میں فوراً شاہی محل سے نکلا اور اسرائیلی کا نام اور پتہ پوچھتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا......

موسیٰؑ: سبحان اللہ! سیدہ کس قدر نیک خاتون ہے۔ بیچاری خاوند کے شر انگیزیوں میں پھنسنے کے باوجود بھی خدا کی خوشنودی کے لئے صبر و تسلیم کا پیکر بنی ہوئی ہے......!

حزبیل: اللہ کی بڑی کرم نوازی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔

موسیٰؑ: میں بھی آپ کو اس رات کے بعد سے اب تک نہ دیکھ سکا تھا جس میں مجھے آپ نے نکل جانے کا مشورہ دیا تھا۔ میں آپ کی ملاقات کا بے حد شائق تھا......

حزبیل: لیکن اس عرصہ میں، میں نے آپ کو دیکھا ہے!!

میں نے آپ کو گزشتہ سال عید کے موقعہ پر اس وقت دیکھا تھا جب کہ دن چڑھے تمام لوگ میدان میں یہ دیکھنے کے لئے جمع ہوئے تھے کہ فرعونی جادوگروں اور آپ میں سے کون غالب رہتا ہے۔ مجھے اس روز آپ کے شکست کھا جانے کا بہت ڈر تھا......

بلکہ سچی بات یہ ہے کہ جس وقت ساحروں نے اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو جادو کے زور سے خوفناک سانپوں کی صورت میں تبدیل کیا تو میں اندرونی طور پر سخت پریشان تھا کیونکہ آپ کی شکست کا یقین کر چکا تھا......

موسیٰؑ : (حزبیل کی بات کاٹتے ہوئے) یہ کیفیت صرف تمہاری ہی نہ تھی۔ خود میں بھی، اس وقت غیر شعوری طور پر سراسیمہ تھا۔ جادو کے زور سے بنائے ہوئے ان سانپوں کے متعلق میرا خیال بھی یہی تھا کہ یہ میدان میں خوب دوڑے دوڑے پھریں گے لیکن شکر ہے کہ میں مضبوط قدم رہا۔

حزبیل : جی ہاں! بس آپ نے اِدھر عصا زمین پر ڈالا اور اُدھر وہ فوراً لمبا چوڑا اژدہا بن گیا۔ اس کا پیٹ تو ایک بڑا سا تنور معلوم ہوتا تھا۔ جادوگروں نے جو کچھ بنایا تھا وہ ایک ایک کر کے سب کو نِگل گیا...... میں نے جب یہ منظر دیکھا تو جی چاہا کہ کود کر آپ کے پاس پہنچوں اور خوشی سے آپ کو لپٹ جاؤں ...... اور جس وقت جادوگر اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گرے قریب تھا کہ میں بھی ان کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتا...... لیکن خود پر بمشکل قابو رکھتے ہوئے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ کیونکہ بہت ممکن تھا کہ ایسی حالت میں جب کہ میں درباریوں میں شمار ہوتا تھا۔ کسی موقعہ پر آپ کے لئے کچھ بہتر ثابت ہو سکوں...... میں جلدی سے اٹھا، اور شاہی محل میں سب سے پہلے پہونچا اور نیک مال (آسیہ) سے آپ کی کامیابی کا سارا ماجرا جا سنایا۔ آپ کی کامیابی اور فرعون کی بے عزتی ایک ایسا واقعہ تھا جس پر وہ بے حد خوش ہوئی۔

موسیٰؑ : بس خدا کی مہربانی تھی۔ یہ اس کی قدرت کی ایسی زبردست نشانی تھی۔ جس کے ساتھ اس نے مجھے فتح و نصرت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔

حزبیل : شہادت دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں...... اللہ نے آپ کو بہت بڑی کامیابی عطا کی۔ آپ کی اس کامیابی کا لوگوں میں بہت چرچا ہو رہا ہے۔ اور ساتھ ہی فرعون کو جو شکست ناکامی اور رُسوائی کا منہ دیکھنا ہوا اس کا بھی جا بجا تذکرہ ہو رہا ہے اُس عید کے دن سے آج تک فرعون اور شاہی خاندان کے دوسرے لوگ ناگوار غیظ و غضب میں جل رہے ہیں...... ان کی برابر یہی کوشش رہی ہے کہ کسی طرح سے آپ کو عوام الناس میں ذلیل و رسوا کر کے آپ کی شان کو گھٹا دیں، تاکہ آپ کی عقیدت کو لوگوں کے دل سے محو کیا جا سکے۔ لیکن خدا نے انہیں اس مقصد میں نامراد ہی کیا۔

صبح کی پو پھٹنے لگی تھی۔ مشرق سے نورانی شعاعیں اٹھ رہی تھیں کہ حزبیل ایک دم سٹپٹا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ رات کی تاریکی میں واپس ہو جانا چاہتا تھا۔ اس نے جلدی سے واپسی کی اجازت چاہی۔ اور موسیٰ کو سلام کر کے اس وعدہ کے ساتھ واپس ہو گیا کہ شاہی محل میں موسیٰ کی پیغمبری یا خود ان کی ذات کے خلاف اگر رازدارانہ بات چیت ہوگی تو وہ اس کی موسیٰ علیہ السلام کو خبر دے گا۔

فرعون، ہامان سے کہہ رہا تھا — کاہنوں کا رئیس بھی دربار میں حاضر تھا۔ میلہ کو پورا ایک سال گزر گیا۔ موسیٰؑ کا اثر برابر بڑھ رہا ہے۔ ہم اب تک اس کو گرانے میں کوئی کامیاب تدبیر نہیں کر سکے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اس کو قتل کر کے اس مصیبت سے پیچھا چھڑا لیا جائے؟

ہامان : میلہ والے دن جب وہ سُرخ رُو ہو کر نکلا اُسی روز سے لوگ اس کے عقیدت مند ہو گئے ہیں۔ ہم نے اگر اس کو قتل کر دیا تو ہمارے خلاف لوگوں نفرت و حقارت کے جذبات اور بھی مشتعل ہو جائیں گے بلکہ عجب نہیں اس کی پیمبرانہ ابتدائی تحریک اور بھی تقویت حاصل کر جائے۔

بڑا کاہن : یہ گتھی دو لحاظ سے مشکل بنی ہوئی ہے۔ ایک دینی اور دوسری سیاسی۔ میری خواہش یہ ہے کہ اس مسئلہ کو مجھ پر اور ہامان پر چھوڑ دیا جائے میں دینی لحاظ سے نمٹوں گا اور ہامان سیاسی پہلو سے ہم دونوں اسی مسئلہ پر غور و خوض کر کے جہاں پناہ فرعون عظیم کی خدمت میں معروضات پیش کر دیں گے۔ فی الحال اس ناگوار بحث کو ختم کر دینا چاہیئے۔ جہاں پناہ کے دل میں امیر حزبیل کی گفتگو سے پریشانی اور اُلجھن پیدا ہو گئی ہے......

(۲)

کاہنوں کے رئیس اور ہامان نے ملکی حالات پر سوچ بچار کی اور بالآخر ایک رائے پر اتفاق کرتے ہوئے فرعون کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اس نے سن کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، مختلف شہروں میں پیغام بھیجے گئے۔ اور تمام ملکی افسران اور عبادت خانوں کے پجاری ایک مقررہ تاریخ میں حاضر ہو گئے۔ بڑے عبادت خانہ کے ایک وسیع میدان میں عوام کی ایک تعداد کے سامنے جلسہ منعقد کیا گیا......

اولاً کاہنوں کا رئیس کھڑا ہوا۔ موسیٰؑ نے جو قومی عقیدوں کو متزلزل کر دیا تھا اس پر وہ خود بھی رویا اور حاضرین کو بھی رُلایا۔ اس نے کہا!

ہمارے آقائے بزرگ، خدائے بندگاں، معبود خیر، فرعون عظیم آپ کو خطاب فرمانے والے ہیں۔ وہ آج اپنی فیصلہ کن

تقریر میں تمہارے سامنے ایک واضح موقف رکھیں گے۔ ہمیں یہ تقریر خوب توجہ سے سُننا چاہیئے۔ اور جو کچھ وہ فرمائیں اس کو خوب ذہن نشین کر کے اپنے اپنے علاقوں میں عوام کے سامنے اس کی تبلیغ کرنا چاہیئے۔ تاکہ اس جھوٹے جادوگر کا معاملہ ایک واضح شکل میں نمٹایا جا سکے۔

فرعون نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کرتے ہوئے کہا! معزز سردارو! موسیٰؑ مصری نہیں بلکہ ایک اسرائیلی شخص ہے۔ وہ باہر سے آ کر ہم میں پناہ گزیں ہوا۔ ہم نے اس کو اور اس کی قوم کو پناہ دی۔ بجائے اس کے کہ وہ ہماری اس بندہ پروری کا ممنون ہوتا۔ اس نے اپنے یا اپنی قوم کے حق میں کوئی احسان مندی یا نیاز مندی قبول نہ کی۔ اس کا یہی وطیرہ آج تک قائم ہے اس کا یہ طور اس وقت سے قائم ہے جب کہ وہ نوجوان تھا۔ چنانچہ اس نے نوجوانی کے زمانہ میں ایک مصری کو جو ایک اسرائیلی کے ساتھ اُلجھ رہا تھا، اتنی زور سے گھونسا مارا کہ وہ وہیں ختم ہو گیا...... ایسے ہی اس واقعہ کے بعد ایک اور دن ایک دوسرے مصری شخص کو اس نے مار ڈالنا چاہا...... گویا مصریوں کے خون کی کوئی قیمت ہی نہیں وہ بالکل حقیر اور معمولی ہیں اور اسرائیلیوں کا خون نہایت قیمتی اور قابلِ حفاظت ہے...... حیرت ہے کہ قوم کے سپوتوں کا خون اس جماعت کے ہاتھوں کہ جس پر ہم نے طرح طرح کے احسانات کئے کیسا بے دریغ بہہ رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ موسیٰؑ کو ہم نے اپنے شاہی محل میں رکھ کر پرورش کیا۔

یہ وہی موسیٰؑ بن عمران اسرائیلی ہے جس کی خواہش یہ ہے کہ پناہ گیر غلاموں کو وطن کے آزاد باشندوں پر کسی طرح سردار بنا دیا جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو اسرائیلیوں کا خدمت گار بنا دے......!

ہم نے پہلے ہی روز اس کے چہرے پر بغاوت کے یہ حروف پڑھ لئے اور اس کی ان تمام خواہشات کو پورا نہ ہونے دیا تو وہ ناامیدی اور اپنی کمزوری کا احساس لے کر مصر سے ایک طویل مدت کے لئے کہیں چلا گیا۔ اس عرصہ میں اس نے فنِ ساحری سیکھا۔ اور جب واپس لوٹا تو ہمارے مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر دعوے کرنے لگا...... اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے جادو کے زور سے تم لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرے۔ اور تمہاری سلطنت تمہارے ہاتھوں سے نکال کر اسرائیل کے اوباش لوگوں کے حوالہ کر دے وہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے کرشموں سے تم لوگوں کو وطن سے بے وطن کر دے۔ چنانچہ اس نے ساحروں سے روابط بڑھائے اور ان پر بھی اپنی جادوگری کا سکہ بٹھاتے ہوئے ان کا استاد بن بیٹھا۔ ان کو مشورہ دیا کہ عید والے روز اس کے مقابلہ میں وہ لوگ اپنی شکست تسلیم کرلیں اور قوم کو دکھلادیں کہ موسیٰؑ کی حقانیت پر وہ لوگ بھی ایمان رکھتے ہیں...... میں نے یہ تمام سازش بروقت پکڑ لی۔ اور بھرے مجمع میں اسی وقت ان ساحروں سے مخاطب ہو کر کہہ دیا تھا کہ موسیٰؑ تمہارا گرو ہے۔ جس نے تم کو ساحری کی تعلیم دی ہے۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ تمام فریب اس لئے کیا گیا تاکہ مصری باشندوں کو ان کے وطن کی آزادی سے محروم کر دیا جائے۔

یہ ہے اس شخص کی غداری اور مقاصد کی داستان...... اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ تمام ڈھونگ صرف اس لئے رچایا گیا تھا تاکہ تم لوگ اس وہم میں مبتلا ہو جاؤ کہ موسیٰؑ کا خدا تم لوگوں کے خدا سے زیادہ طاقت ور ہے۔

محترم حاضرین! ہمارے ملک میں اس اجنبی شخص کے اور میرے درمیان موازنہ تو کرو۔

کیا یہ ملکِ مصر اور میرے پاؤں تلے یہ بہتی نہریں میری ہی نہیں ہیں۔ کیا تم کو میرے الفاظ کی صداقت
پھر کون سی عقل منطق ہے کہ یہ بھک منگا ہمارے یا پر قابض ہو؟

سوچو کہ آخر کون امیر ہونے کے قابل ہے؟ میں یا وہ ذلیل شخص جو صحیح طرح بول بھی نہیں سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا رب آسمان میں ہے تو پھر آسمان سے اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں گرائے جاتے یا اس کی معیت میں فرشتے کیوں موجود نہیں رہتے۔

نہ کہیں کنگن ہیں...... اور نہ فرشتے...... نہ کوئی ایسا نشان نظر آتا ہے۔ جس سے اس کی سچائی یا پیروی کے قابل ہونا معلوم ہو۔ اب اس کے سوا کیا باقی رہ گیا ہے کہ میں خود بنفس نفیس آسمانوں پر چڑھ کر موسیٰؑ کے اس خدا کا پتہ لگاؤں۔ میرا یقین ہے کہ یہ محض جھوٹا ہے، ہامان! میرے لئے ایک بلند محل بنا تاکہ میں آسمانوں تک پہونچ کر موسیٰؑ کے خدا کا کھوج نکالوں...... قوم کے معزز سردارو! میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہامان! مٹی کی پختہ اینٹیں بنا اور خوب اونچا محل تعمیر کر۔ میں آسمان پر جاؤں گا۔ اور اس مکار جادوگر کے جھوٹ کا طلسم توڑ کر رہوں گا۔

فرعون کی تقریر ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ قوم پر ایک وارفتہ کیفیت طاری ہو گئی۔ اور ایک دم وہ اس کے سامنے سجدہ میں گر گئی جو اس سے پیشتر موسیٰؑ کی تصدیق کی طرف مائل ہوئے تھے، وہ بھی گڑگڑا کر فرعون سے معافی چاہنے لگے۔ یہ انقلاب کچھ ایسا ہمہ گیر تھا کہ جس وقت یہ مجمع منتشر ہوا تو یک زبان ہو کر نہ صرف فرعون کے گُن گا رہا تھا بلکہ اس کی خدائی کا بھی اقرار کر رہا تھا۔

اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اس نے اپنی قوم کو بہکا دیا، انہوں
نے اس کی اطاعت کی، بے شک
وہ فاسق لوگ تھے۔

فرعون گھر میں داخل ہوا تو اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ حزبیل کو باتیں کرتے ہوئے پایا۔

حزبیل: (فرعون سے مخاطب ہوتے ہوئے) چچا! ہم ابھی ابھی ایک ایسے معاملہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ جس میں آپ اور آپ کی رعایا دونوں کی بھلائی ہے۔

فرعون: وہ کیا؟

آسیہ: یہ کیسا محل ہے۔ جس کو آپ تعمیر کرکے آسمان پر جانا چاہتے ہیں؟

فرعون: موسیٰ کا دعویٰ ہے کہ آسمان پر اس کے رب کا عرش ہے۔ میں اس عرش تک پہونچوں گا۔ اور اگر مجھے اس کا رب مل گیا تو قتل کر دوں گا۔ اور تخت چھین لوں گا۔ اور اگر وہاں کوئی خدا نہیں ہوگا تو لوگوں میں موسیٰ کے جھوٹے دعوے کی حقیقت کھول دوں گا۔

حزبیل: اس محل کی تعمیر میں رعایا کی قومی طاقت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی۔ دور دراز شہروں سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لایا جائے گا...... دس سال تو آپ کو قوم کو مطیع بنا کر دار السلطنت میں اکٹھا کرنے ہی میں لگ جائیں گے۔ اسی طرح اینٹوں کے پکانے کا بھٹہ۔ لکڑی کی فراہمی اور اس کی کاٹ تراش، لوہے کے سامان کی تیاری...... یہ تمام امور کوئی آسان بات نہ ہوگی، کیا عوام اور کیا سلطنت سب کو بس اس ایک محل بنانے اور تکمیل تک پہنچانے کا دھندا رہ جائے گا۔ بتلایئے لوگوں کے کام کاج، اور ان کی معاشی ضروریات.....

فرعون: (بات کاٹتے ہوئے) تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ لوگوں میں ہمارے خلاف بے چینی پیدا ہو جائے گی۔ وہ تنگ آکر ہمارے خلاف ہو جائیں گے..... لیکن یہ تو بتلاؤ کہ قوم ہم سے راضی کب تھی؟ کیا اس وقت جب کہ اہرام کی تعمیر کے لئے مجبور کیا گیا تھا؟ یا اس وقت جب معابد کی تعمیر کرنے اور پہاڑوں سے سخت چٹانیں کاٹنے پر ان کو مجبور کیا جا رہا تھا؟ کیا جب اس وقت قوم خوش تھی جب پتھروں سے مورتیاں تراشنے اور محلات و بالا خانے انتہائے شمال تک تعمیر کرنے پر اس کو مجبور کیا گیا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ قوم نے ہمیشہ خوشی خوشی فرعون کی غلامی کا طوق پہنا وہ ہمیشہ اس کی تابع فرمان رہی۔ وہ جانتی ہی نہ تھی کہ ناگواری اور غم و غصہ کسے کہتے ہیں۔ البتہ جس روز سے ہمارے درمیان یہ نو وارد ذلیل جس کو بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں دخل انداز ہو کر لوگوں کے کانوں میں آزادی کی روح پھونک رہا ہے اور بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کر رہا ہے اس وقت سے بیشک قوم سرکش ہو چکی ہے..... بہر حال میں نے اس محل کی تعمیر شروع کی تھی اور اتنی بلندی تک لے گیا تھا کہ نگاہیں کام نہ کر سکتی تھیں۔ لیکن سوئے اتفاق کہ زلزلہ نے اس تعمیر کو تکمیل سے پہلے ہی منہدم کر دیا۔ اب میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ اس محل کی تعمیر و تکمیل پر دوبارہ توجہ دوں۔

آسیہ: آخر آپ کب تک اس شخص سے اُلجھتے رہیں گے......؟ ماضی میں بھی یہی سودا سر میں سمایا رہا۔ محل بنایا۔ اس کی تعمیر میں راج، مزدور، بڑھئی لوہار اور تمام قوم حرکت میں آگئی، کہیں اینٹیں پکانے کے بھٹے بن رہے تھے اور کہیں گارا مٹی ڈھویا جا رہا تھا۔ دس سال پورے اسی تگ و دو میں صرف ہو گئے۔ لیکن انجام کیا ہوا، زلزلہ آیا اور ایک جھٹکے میں محل زمین پر آ رہا۔ اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پوشیدہ طاقت موسیٰ کی حمایت کر رہی ہے۔ اور اس کا انجام بھی......

آسیہ کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ فرعون کی لڑکی ماشطہ — جو سیدہ آسیہ کی طرح صاحب ایمان تھی — داخل ہوئی۔ وہ یہ تمام گفتگو کمرہ کے باہر کھڑی سن رہی تھی۔ اس نے کہا: ہاں سیدہ! بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ ایک مخفی طاقت موسیٰ کی تائید و حمایت میں مصروف ہے۔ وہ طاقت اسی خداوند تعالےٰ کی ہے جس نے اس محل کو زلزلہ کے ایک جھٹکے سے پیوند زمین کر دیا تھا اور جس کے نیچے دب کر ہزاروں کام کرنے والے راج مزدور ہلاک ہو گئے تھے.....

فرعون یہ سن کر آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے چیخ کر کہا۔ او بد نصیب ماشطہ! تو بھی کہتی ہے کہ خدا کی قوت موسیٰ کی حمایت کر رہی ہے؟ کیا میرے سوا تیرا بھی کوئی اور خدا ہے؟ کیا اس فتنہ بپا کرنے والے ساحر پر تو بھی ایمان لے آئی؟!! (پکارتے ہوئے) ہامان! اس ذلیل لڑکی کو گرفتار کر لے۔ اس کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا خوفناک گڑھا تیار کر۔ اس کو اور اس کے بچوں کو اس آگ میں پھینک دے۔ میں بھی دیکھتا ہوں۔ موسیٰ یا اس کا خدا اس کو میرے عذاب سے کس طرح بچائے گا۔ موسیٰ کا خدا اپنی قدرت دکھائے تو..... حکم ملتے ہی فوراً ہامان محل کی شاہی فوج کے ہمراہ داخل ہوا۔ ماشطہ کو قید کر کے محل کے زیر زمین ایک تاریک کنوئیں میں بند کر دیا گیا۔ تاکہ شاہی فرمان کے مطابق جلانے کے لئے ایندھن اور گڑھا تیار کیا جائے......

حزبیل : اس غریب کا آخر جرم کیا ہے ؟ یہ بھی وہی کہتی ہے جو عوام میں بہت سے لوگ کہہ رہے ہیں .... معاملہ یوں نہیں دب سکتا .

آسیہ : لوگ اس بیکار عمارت کی تعمیر پر بے چینی اور سخت پریشانی محسوس کر رہے ہیں . چنانچہ جب زلزلہ آیا تھا تو سب نے آپ پر قہقہے لگائے تھے اور ان کے دلوں کا غیظ و غضب فرو ہو گیا تھا .....

میں پھر بھی کہوں گی کہ موسیٰؑ سے مقابلہ کرنا ایک فضول حرکت ہے . اسی کا معاملہ روز افزوں ترقی کر رہا ہے . اس کے برخلاف آپ کا وقار دن بدن کم ہو رہا ہے ..... بہتر یہی ہے کہ موسیٰ کے ساتھ مصالحت و سلوک کی روش اختیار کی جائے . موسیٰ آپ سے صرف اسی قدر چاہتا ہے ..... آپ نے کبھی خیال نہیں کیا کہ وہ کس قدر محبت و نرمی کے ساتھ آپ سے کہتا ہے . میں اپنے اور تمہارے سب کے خدا کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تم مجھے پتھروں سے نہ مارو . اگر تم ایمان نہیں لاتے ہو تو نہ لاؤ لیکن کم از کم مجھ سے کوئی برائی کا سلوک بھی نہ کرو .

فرعون : کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میں بھی موسیٰ پر ایمان لے آؤں ؟ !!

حزبیل : آسیہ کا مقصد یہ نہیں ہے ، وہ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ موسیٰ سے اچھا سلوک رکھیں . وہ صلح پسند آدمی ہے ، چنانچہ آپ کا تیار کیا ہوا محل زلزلے سے جس وقت گرا ، تو آپ نے اپنے درباریوں سے کہا تھا کہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو . میں موسیٰ کو قتل کر دوں گا اگر وہ اپنے خدا کو اپنی مدد پر بلا سکتا ہے تو بلا لے . مجھے خطرہ ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو نہ بدل ڈالے . یا اس سرزمین میں کوئی فتنہ کھڑا نہ کر دے . موسیٰ نے آپ کا ارادہ سنا تو اپنے ہمراہیوں سے صرف اسی قدر کہا میں تمہارے اور اپنے مالک سے ہر ایسے متکبر سے پناہ مانگتا ہوں جو قیامت کے دن کا منکر ہو .

فرعون (غصہ سے بپھر کر) کیا تم اس کی طرف سے مدافعت کرنا چاہتے ہو ؟ اس نے جو مجھے گالیاں دی ہیں . آخر مجھ سے کیوں بیان کرتے ہو ؟

آسیہ : حزبیل اس کی مدافعت نہیں کر رہا ہے ..... وہ یہ بیان کر رہا ہے کہ موسیٰؑ صلح پسند آدمی ہے . اس کو آپ سے کوئی پرخاش نہیں . نہ اس کے الفاظ میں کوئی گالی گلوچ ہوتی ہے ..... جب آپ خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا آپ متکبر نہیں ہیں ؟ !! کیا خدا کو متکبر ہونے کا حق نہیں پہنچتا ؟ قیامت کے دن سے آپ کیوں غضب ناک ہوتے ہیں ؟ نہ آپ کسی ایسے دن پر ایمان رکھتے ہیں ، نہ ایمان لانے کا ارادہ ہے . خلاصہ یہ کہ موسیٰ نے اپنے الفاظ میں وہی کچھ کہا ہے جو خود آپ بھی اپنے لئے پسند کرتے ہیں .

فرعون : تو بڑی چالباز عورت ہے !!! میں آج تک تیری گہرائی کو معلوم نہ کر سکا !! نہ یہ سمجھ سکا کہ تو میرے یا موسیٰ کے معاملہ میں آخر کیا چاہتی ہے . اتنے میں ہامان داخل ہوا اور فرعون سے درخواست کی کہ امرائے سلطنت اور تمام ارکان دولت حاضر ہیں . لہٰذا چل کر تخت شاہی کو رونق بخشئے . ان درباریوں کے نام کل جو دعوت نامہ جاری کیا گیا تھا اس کے مطابق سب حاضر ہو گئے ہیں .....

فرعون دربار کی طرف روانہ ہو گیا . پیچھے حزبیل اور اس کے پیچھے ہامان ..... فرعون تخت شاہی پر جلوہ فرما ہوا تو تمام درباری داخل ہوئے سب رکوع کرتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور زمین بوس ہو گئے ......

فرعون نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا : ہامان ! محل کی دوبارہ تعمیر کے کام کا کیا بنا ؟

ہامان : جناب والا کے منشاء عالی کے مطابق تمام کارروائی شروع ہو جائے گی .

فرعون : اور اس ذلیل ماشطہ کا کیا بنا ؟

ہامان : اُسے اور اس کے بچوں کو آگ میں جلا دیا گیا .

ایک درباری : حضور ! ماشطہ کے ساتھ آپ نے جو کچھ کیا بہتر کیا . اس کی یہ سزا ان دوسرے افراد سلطنت کے لئے بھی عبرت کا سامان ہو گی . جنہوں نے موسیٰ کے بھڑکانے پر ہمارے مقابلہ میں سر اُٹھا رکھا ہے .

دوسرا درباری : حضور والا ! کیا ہمیں مزید دس سال یا اس سے بھی زیادہ محل کی دوبارہ تعمیر مکمل ہونے کا انتظار کرنا چاہیئے . نہ معلوم اس عرصہ میں کیا کیا واقعات رونما ہو چکے ہوں گے . موسیٰ رعیت کو برابر فاسد و باغی کر رہا ہے .

اتذر موسیٰ و قومہ کیا اسی طرح موسیٰ اور اس کی قوم کو لیفسدوا فی الارض و آزاد چھوڑ دیا جائے گا تاکہ وہ آپ کے یذرک و آلھتک ؟ اور آپ کے خدا کے خلاف فساد مچا تا رہے

کیا اس شرّی اجنبی کے سر کچلنے کی کوئی صورت نہیں ؟

تیسرا درباری : بالکل صحیح ، بہت جلد کسی ایسی فیصلہ کن سزا کا حکم جاری ہو جانا چاہیئے ، جو لوگوں کو دہشت میں مبتلا کر دے . اور وہ اس کی پیروی سے بالکل باز آ جائیں .

اُقتلوا ابناء الذین آمنوا معہ جو لوگ مسلمان ہوئے ان کے واستحیوا نساءھم لڑکوں کو قتل کر دیا اور عورتوں کو زندہ رکھا جائے . بہت سوں کو قید کیا جائے اور بہت سوں کو زدوکوب

کیا جائے۔ ان لوگوں کو یوں ہی آزاد چھوڑے رکھنا ان کی سرکشی اور
بغاوت کو بڑھانے کا سبب ہو رہا ہے۔

حزبیل نے: جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کا قصور کیا ہے؟
ان کے بچوں اور عورتوں نے کون سا جرم کیا ہے؟

فرعون: تمہارا یہ مطلب ہے کہ ہمیں اس تمام شر کی جڑ یعنی
موسیٰ کو قتل کر کے اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے؟ کوئی حرج
نہیں، میں اس سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔

ذرونی اقتل موسیٰ ... مجھے موسیٰ کو قتل کر لینے دو اور وہ
ولیدع ربہ ... بھی اپنے خدا کو مدد کے لئے بلا لے۔

میں پھر یہی کہتا ہوں کہ اس تمام شر کو ختم کرنے کے لئے
بہترین حل یہی ہے کہ موسیٰ کو ختم کر دیا جائے۔ اسی طرح تمام
شہروں میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

حزبیل نے: کیا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں؟..... کیا ہم
اس سے صلح کر کے اس کو آزما دیکھیں؟ وہ اس سے پیشتر
بھی آپ کو صلح جوئی اور نرمی کی دعوت دے چکا ہے اس کا قول ہے

وان لم تؤمنوا لی ... اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے ہو تو نہ
فاعتزلون ... لاؤ۔ لیکن کم از کم مجھے اپنے حال
پر تو چھوڑ دو۔

یہ الفاظ تو اسی شخص کے ہو سکتے ہیں جو کسی کے ساتھ برائی
سے پیش آنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ آخر موسیٰ کا جرم ہی کیا ہے جس
کے باعث وہ گردن زدنی قرار دیا جا رہا ہے مگر اس کے کہ وہ
کہتا ہے:

یقول ربی اللہ ... وہ صرف یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ اعتقاد رکھنا کون سا جرم ہے؟ اس نے اپنی صداقت پر
کئی واضح معجزے آپ لوگوں کے سامنے پیش کئے۔ وہ اپنا ہاتھ
گریبان میں داخل کر کے آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نکالتا ہے۔ اپنی
لاٹھی زمین پر ڈالتا ہے تو ایک متحرک اژدہا بن جاتی ہے.....

اس نے تم لوگوں کو خون، مینڈک اور جوں وغیرہ کا بھی
معجزہ دکھایا ہے..... بالفرض اگر وہ ان تمام باتوں کے باوجود جھوٹا
بھی ہے تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ ایک نہ ایک دن یہ جھوٹ خود
ہی اس کو تباہ کر دے گا..... اور اگر وہ واقعی راستی و صداقت
رکھتا ہے تو پھر اس کی تکذیب کا انجام جو بھی ہو گا وہ تم لوگوں کو سوچنا
چاہیے.....

حزبیل کی یہ گفتگو درباریوں کے کانوں پر گویا بجلی بن کر گری۔

حیران و پریشان ہو کر فرعون ...
اس کی تقریر جاری تھی اور وہ کہہ رہا تھا: تمہیں خدا کی طرف سے اپنی
سلطنت کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تم کو اس سرزمین مصر
کا حکمران بنایا ہے۔ اس سلطنت کو بچانے کے لئے خدا کے عذاب
کا نشانہ نہ بناؤ۔ پھر ان کے بچوں اور عورتوں کو مار ڈالنا چاہتے ہو۔
خدا کے عذاب سے ڈرو۔ اگر ہم پر وہ عذاب نازل ہو گیا تو ہماری
یہ ساری نعمت و دولت خاک میں مل جائے گی۔ ہماری وہ حالت
ہو گی کہ کوئی بھی ہماری مدد کو نہ آئے گا۔

حزبیل کی گفتگو پر فرعون نے قوم کی خاموشی دیکھی تو کہا: اس
گمراہ شخص کی باتوں میں مت آؤ۔ بات وہی صحیح ہے جو میں تم سے کہتا
ہوں.....

ما اریکم الا ما اری ... میں تم کو وہی رائے دیتا ہوں جو میرے
وما اھدیکم الا سبیل الرشاد ... نزدیک مناسب ہے۔ میری یہ
ہدایت قطعاً درست ہے۔

حزبیل نے دوبارہ کہنا شروع کیا: لوگو! مجھے اندیشہ ہے
کہ کہیں تمہارا حشر بھی ویسا نہ ہو جو ماضی میں پیغمبروں کے برخلاف
پارٹی بازی کرنے والوں کا ہوا۔ جیسے قوم نوح، قوم عاد و
ثمود اور ان کے بعد والی قوموں کی طرح مصائب کا سامنا
کرنا پڑ جائے.....

ویقوم انی اخاف علیکم ... میں قیامت کے روز، جب کہ ہر شخص
یوم التناد یوم تولون مدبرین ... کو پکارا جائے گا اور تم جان بچا کر بھاگنا
مالکم من اللہ من ... چاہو گے مگر کوئی بچانے والا نہ ہو گا
عاصم ... تمہارے اس انجام سے ڈرتا ہوں۔

میری ان باتوں کو غور سے سنو۔ میں تم کو کامیابی کی راہ پر لانا چاہتا
ہوں۔ میرے اس بچاؤ کی باتوں میں رہو۔ لوگو! اپنی آخرت سنوارنے
کی فکر کرو۔ دنیوی جاہ و منصب کے ٹھاٹھ باٹھ پر نہ اتراؤ.....

انما ھذہ الحیاۃ الدنیا ... دنیوی زندگی ایک ناکمل لطف ہے
متاع وان الاخرۃ ... لیکن آخرت حقیقت میں پکی اور
ھی دار القرار ... لازوال منزل ہے۔

ہامان: امیر زادے! تمہارا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے معبودوں
سے منہ موڑ کر ایک ان دیکھے خدا پر ایمان لے آئیں..... تم ہمیں
فرعون عظیم جیسی ہستی کو چھوڑ دینے اور ایک اجنبی آوارہ بے قیمت
و بدحال آدمی کی پیروی کی طرف بلاتے ہو..... یہ باتیں تمہارے
شایان شان نہیں۔ تم کو اپنے شاہی خاندان اور آباؤ اجداد کی

[illegible] ہو چکا ہے [illegible]
حسب دستور تم میں اپنے عزیز خاندان کے [illegible] کی تقلید کرو۔
حزبیل نے [illegible] کہا [illegible]
تمہارا راستہ [illegible]
جہاں ہو [illegible] ایمان [illegible] اللہ کے احکام کی طرف
بلانے میں میرا مقصد یہ ہے کہ میں اس خالق فطرت کو تسلیم کر لوں جس کو نہ از روئے عقل اور نہ از روئے فضیلت کوئی مقام حاصل نہیں ۔۔۔

تمام حاضرین میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔ شور کرتے ہوئے کہنے لگے۔ حزبیل کیسی باتیں کرتے ہو؟ ۔۔۔۔ تم باپ دادا کی عزت و عظمت کے منکر ہو رہے ہو اور فرعون کی ربوبیت کا بھی انکار کر رہے ہو۔۔۔
[illegible] راستے پر [illegible] کہ اس پر جو شخص بھی چلا [illegible] ہلاکت کی [illegible] حزبیل! اپنے آباؤ اجداد اور اپنی قوم کے دین کو پھر سے اختیار کرو۔ تمہارے لئے یہی بھلائی اور کامیابی کی راہ ہے۔
حزبیل نے [illegible] ایسا شخص جس نے روشنی دیکھی ہو وہ اندھیرے کی طرف [illegible] اور سعادت کو پا لینے والا آدمی شقاوت کو کیسے [illegible] خسارہ اور ہلاکت کی راہ [illegible] جس راستے کی طرف میں بلا رہا ہوں اگر تم جلدی ہی اس طرف نہ آئے تو عنقریب تم پر عذاب الٰہی ٹوٹنے والا ہے۔ [illegible] عذاب کی نشاندہی کر رہا ہوں وہ [illegible] اس عذاب کو اپنے ہاتھوں سے چھو رہا ہوں۔ اس کی خوفناک آوازیں اپنے کانوں سے سن رہا ہوں اس کی [illegible] اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔۔۔
حزبیل کا اعلان [illegible] تھا کہ قوم میں شور و اضطراب پھوٹ پڑا۔ [illegible] نے اپنے کانوں پر ہاتھ دھر لیے۔ فرعون غیظ میں منہ سے کف پھینکتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ حزبیل نے مجمع پر آخری نظر ڈالی اور کہا:

فستذکرون ما اقول لکم	تم میرا کہا یاد کرو گے [illegible]
وافوض امری الی اللہ	خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ
ان اللہ بصیر بالعباد	سب بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

حزبیل چلا گیا۔ فرعون نے چیخ کر کہا: اس کافر کو پکڑ لو۔۔۔! قتل کر دو۔۔۔۔ اس کو مار ڈالو!

[illegible]
کی تیاری کی تھی۔ اس سلسلے میں ان کو حزبیل کے مشورے اور شاہی محل سے خفیہ ذرائع کی پوری اطلاعات مل رہی تھیں۔ چنانچہ رات کے وقت جب کہ ان کو کوئی [illegible] دیکھ رہا تھا وہ مشرقی سمت میں بحر احمر کی طرف چل کھڑے ہوئے۔۔۔۔ فرعون نے مجرے سے پہلے اپنے آدمیوں کو حزبیل کے محل کی طرف روانہ کیا تاکہ اس کو بے خبری میں قتل کر دیا جائے۔ لیکن ان لوگوں نے محل میں کسی کو نہ پایا۔۔۔ حزبیل موسیٰ کے ہمراہ جا چکا تھا۔

فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا وحاق بآل فرعون سوء العذاب	خدا نے اس کو ان لوگوں کی خفیہ سازشوں سے محفوظ رکھا اور آل فرعون بدترین عذاب میں مبتلا ہو گئے ہیں

موسیٰ اور ان کی قوم بچ نکلنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ فرعون اور اس کا تمام لشکر ڈوب چکا تھا اور برزخ کے اس عذاب میں مبتلا ہو چکا تھا جہاں

النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب	صبح و شام انہیں جہنم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے روز کہا جائے گا کہ آل فرعون کو سخت عذاب میں دھکیل دو۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

جاتی ہے لیکن ہم صرف ان سے ایک بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ خدا کے لیے ہمارے ملک کا پیچھا چھوڑ دو بس اور ہمیں آپ سے کچھ نہیں چاہیے باقی سب کچھ ہم خود کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ خداوند ذوالجلال ہمیں استقامت اور ہماری تحریک کو کامیابی عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مسجد خضرا سمن آباد میں ماہانہ مجلس ذکر

حسب دستور انشاء اللہ تعالیٰ مجلس ذکر زیر صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم بروز اتوار مورخہ ۲۴ اپریل [illegible] بعد نماز مغرب منعقد ہو گی۔ احباب سے شرکت کی درخواست ہے۔

تعارف و تبصرہ



حضرت سید العرب والعجم

معارفِ امدادیہ امیر المجاہدین حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کی شخصیت، کمالات اور خدمات اتنی ہیں کہ ان کا بالاستیعاب ذکر کرنے کے لیے ایک مستقل اکیڈیمی کی ضرورت ہے۔

آپ جس عظیم مرتبے کے انسان تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت قاسم العلوم مولانا نانوتوی، فقیہ امت مولانا گنگوہی، حکیم الامت حضرت تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہم اللہ جیسے لوگ آپ کے فیض یافتہ اور صاحب ارادت و تعلق تھے۔ اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کا حضرت سے تعلق "مہر منیر" سے ثابت ہے [illegible] کہ پیر صاحب مرحوم ہجرت کا ارادہ رکھتے تھے لیکن حاجی صاحب قبلہ کے ارشاد سے واپس تشریف لائے اور پنجاب میں فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد [illegible] کیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ حضرت شیخ [illegible] کے خادم اور فیض یافتہ تھے۔ [illegible] آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے مواعظ و مجالس میں دوسرے اکابر اور بزرگوں کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب کے ملفوظات و واقعات بڑے اہتمام سے بیان فرماتے۔ یہ سلسلہ مرشد تھانوی کے مواعظ اور [illegible] میں اتنا پھیلا ہوا ہے کہ آج کے دور کا عام [illegible] چاہے بھی تو شاید پوری طرح استفادہ نہ کر سکے۔

حضرت تھانوی سے خصوصی ربط رکھنے والے سادہ مزاج نیک صاحب دل بزرگ صوفی محمد اقبال صاحب قریشی نے حضرت تھانوی کے مواعظ اور تصانیف سے اس قسم کی چیزیں چھانٹ لی ہیں اور "معارف امدادیہ" کے نام سے انہیں یکجا کر دیا ہے۔ ابتدا میں حضرت حاجی صاحب کے مختصر حالات اور بعض دوسری مفید اور اہم چیزوں کا تذکرہ ہے جو ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

درمیانہ سائز کے [illegible] صفحات [illegible] جلی کتابت، [illegible] طباعت [illegible] جلد [illegible] نے [illegible] اہتمام کر کے اس گنجینہ علوم و معارف کو ظاہری خوبیوں سے بھی مزین کر دیا ہے۔ [illegible]

عمدۃ الذخائر [illegible]

[illegible] حافظ ذہبی [illegible] معروف کے حضرت تھانوی نے آپ کو "الامام"، "الحافظ"، "الثقہ" اور "الورع" جیسے شاندار کلمات سے یاد کیا ہے واقعہ بھی یہ ہے کہ آپ کی ہمہ گیر شخصیت، دینی، علمی اور [illegible] خدمات کو دیکھنے کے بعد آپ ان سے بھی بڑھ کر معلوم ہوتے ہیں۔ "کتاب الکبائر" آپ کی ایک کتاب ہے جس میں کبائر کے متعلق ایک ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے بایدو شاید!

یہ بات تو کسی سے مخفی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہے وہ کسی بھی نوع کی ہو باعث عذاب و وبال ہے لیکن جہاں تک "کبائر" کا تعلق ہے تو ان کا ارتکاب اور زیادہ باعث عذاب ہے۔ آج پوری امت مصائب و آلام کا شکار ہے اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ خدا کی نافرمانی عام ہو گئی ہے۔ اور چھوٹے بڑے گناہ ہماری قومی و اجتماعی زندگی میں رچ بس گئے ہیں۔

ان حالات میں اس قسم کا لٹریچر جو اس طوفان بدتمیزی [illegible]

خدام الدین لاہور

[illegible]

کے ساتھ ساتھ [illegible] مکتبہ [illegible]

خدام [illegible] مسرت ہے کہ [illegible] عطا ہوا [illegible] علامہ ذہبی مرحوم کی کتاب "کتاب الکبائر" کی اشاعت کا انتظام کیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں تھی جس کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے اس لیے اردو ترجمہ کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے لیے ایک پختہ کار عالم دین مولانا [illegible] کی خدمات حاصل کی گئیں جنہوں نے [illegible] نظر اور عرق ریزی سے ترجمہ کیا ہے۔

کتابت و طباعت میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں ان کے لیے ساتھ اغلاط نامہ لگا دیا گیا ہے۔ [illegible] چار سو صفحات کی مجلد یہ کتاب صرف [illegible] روپے میں دستیاب ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس کتاب کی اشاعت بہت زیادہ ہو اور مساجد کے خطباء اور ائمہ سے بالخصوص گزارش کی جاتی ہے کہ وہ جمعہ کی نماز کے بعد اس کا کچھ حصہ عوام کو سنا دیا کریں اس سے بھی بے پناہ فائدہ ہوگا۔ (ادارہ)

بقیہ: شریعت اسلامیہ

کہ کوئی انسان کی ذات کا حق [illegible] سے اختیار کیا گیا [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ کی ذات کے صفات اور اخلاقی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قرآن [illegible]

[illegible]

اگر کوئی اسے پڑھ جائے تو اس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہ پائے گا جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم و حیا کے آثار پیدا کرے۔ قرآن میں ذات باری کی تعریف نہایت مشرح اور صاف ہے اور [illegible] کے ساتھ قائم کیا ہے وہ وحدانیت الٰہی کا نہایت پختہ اور [illegible] اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کو فلسفیانہ طور پر صرف ایسا مسبب الاسباب مان لیا جائے جو اس عالم کو اپنے مقررہ قوانین پر چلا کر [illegible] کے ساتھ الگ ہے کہ [illegible] نہیں پہنچ سکتی۔ قرآن [illegible] حاضر و ناظر ہے اور اس کی قدرت کا [illegible] عالم [illegible] مشرف ہے۔ علاوہ ازیں اسلام ایسا مذہب ہے [illegible] امر متنازعہ فیہ نہیں۔

مرشد الانور کی واپسی

مرشد الانور [illegible] بعد عمرہ [illegible] اور [illegible] واپس تشریف لائے۔ ۱۲ اپریل کو عدالت میں پیشی تھی عدالت نے فارغ کر دیا۔ مرشد کو وکلاء نے گھیرے میں لے لیا۔ بار روم لے گئے۔ خطاب کروایا۔ پھر [illegible] کے جلو میں راستہ طے کرتے ہوئے آپ مسلم مسجد پہنچے وہیں مسلم مسجد [illegible] علماء اور عوام کے [illegible] کیا تھا اور ان [illegible] کو للکارا اور پھر [illegible] شیرانوالہ پہنچے خطاب فرمایا۔ جد و جہد جاری رکھنے کی بات کی [illegible] کی بات کی اور دعا کے بعد رفقاء کو [illegible] میں سے رخصت کر دیا۔

(ادارہ)

مولانا عبید اللہ انور [illegible] شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا